بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

کسی بھی فن سے پہلے پانچ چیزوں کا جاننا ضروری ہے، اور ان کی وجہ
① تعریف ② غرض غایت ③ موضوع ④ اس فن کی تدوین اور تاریخی حیثیت ⑤ ماتن اور شارح کی حالات زندگی۔

① تعریف اس لیے ضروری ہے تاکہ طلب مجہول لازم نہ آئے۔
② غرض وغایت کا جاننا اس لیے ضروری ہے۔ تاکہ عبث و بیکار چیز کی طلب کا الزام وارد نہ ہو۔
③ موضوع کا جاننا بھی اسی وجہ سے جاننا ضروری تاکہ موضوع کے ذریعے ایک فن کے مسائل کو دوسرے فن کے مسائل سے ممتاز کیا جاسکے
④ تدوین معرفت بھی اس لیے لازمی ہے کہ مدوّن کا علم ہو جائے اور اس فن کا تاریخی حیثیت ذہن نشین ہو جائے۔
⑤ اور صاحب کتاب کے حالات کا جاننا بھی اہم ہے تاکہ مصنف کے مرتبہ سے اسکی تصنیف کے مرتبہ کا اندازہ لگایا جاسکے کیونکہ متکلم جس درجے کا ہوتا ہے اس کا کلام بھی اسی درجے کا ہوتا ہے متکلم جتنا بھی ثقہ اور مضبوط ہوگا اسکا کلام اسکی تصنیف وغیرہ بھی اتنی مضبوط ہوگی[1]

ان اشیاء خمسہ کی تفصیل

① تعریف کی تعریف:-

ما یبین بہ حقیقۃ الشیء

یعنی تعریف وہ ہے جس کے ذریعے کسی چیز کی حقیقت کو بیان کیا جائے۔
نوٹ:- یہ تعریف تعریف حقیقی کی ہے نہ کہ لفظی کی۔

علم نحو کی تعریف:-

---

[1] جیسے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی تصانیف۔ ہم نے پہلے وہ کتاب اگرچہ نہ پڑھی ہو لیکن مصنف کا نام سنتے ہی ہمیں یقین ہو جاتا ہے کہ یہ کتاب مستند اور اعلیٰ درجہ کی ہے۔

۲ غرض وغایت کی تعریف:- (۱) غرض:- ما یصدر الفعل عن الفاعل لاجلہ یعنی غرض وہ ارادہ ہے جس کی وجہ سے فاعل سے فعل کا صدور ہوتا ہو۔

(۲) غایت:-

غایت وہ نتیجہ ہے جو اس غرض پر مرتب ہو۔

توضیح:- قلم خریدنے کے لیے مارکیٹ جانا غرض اور قلم خریدنا غایت ہے

علم نحو کی غرض وغایت:-

۳ موضوع کی تعریف:-

ما یبحث فیہ عن عوارضہ الذاتیہ

یعنی موضوع وہ شی کہلاتا ہے جس شی کے عوارض ذاتیہ سے اس فن میں بحث کی جاتی ہو۔

علم نحو کا موضوع

الکلمۃ اور کلام ہے۔

۴ علم نحو کی تدوین اور تاریخی حیثیت:-

بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ اس فن کا موجد سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں اسکی وجہ یہ تھی کہ ایک شخص آپ کی بارگاہ میں آکر یہ آیت کریمہ "ان اللہ بری من المشرکین ورسولہ" پڑھی اور رسولہ کے لام پر زبر کے بجاء زیر پڑھا تو اس کا ترجمہ نعوذ باللہ یہ ہوا کہ اللہ مشرکین اور اپنے رسول سے بیزار ہے معاذ اللہ ظاہر ہے یہ معنٰی فاسد ہے۔ جبکہ اصل معنٰی یہ ہے کہ اللہ اور اسکا رسول مشرکین سے بری ہیں۔

آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس کی اصلاح تو فرمادی لیکن

طٰ

آپ کو فکر لاحق ہوئی کہ یہ اصل زبان کا حال ہے اور یہ
زمانہ بھی پیارے آقا علیہ السلام کی حیات ظاہری سے
قریب ہے جب ان سے غلطی واقع ہو سکتی ہے تو جو اصل
زبان نہیں ان سے غلطی کا صادر ہونا کوئی تعجب کی بات
نہ ہوگی۔ اس لیے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مختصر علم
کا خاکہ تیار فرمایا اور چند اصول وضع فرمائے مثلاً
الکلمۃ ثلاث اسم، فعل، حرف ۲ کل فاعل مرفوع
۳ کل ~~منصوب~~ مفعول منصوب ۴ کل مضاف مجرور

پھر یہ علم بتدریج تدوین ہوتا رہا بالآخر مولیٰ علی کرم
اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے زمانے میں اسکو کافی ترقی حاصل
ہو گئی کیونکہ آپ کا دار الخلافہ کوفہ تھا اس لیے اس علم
کو کوفہ اور بصرہ میں کافی عروج ملا ان شہروں میں اس
علم بڑے بڑے علماء و فضلاء پیدا ہوئے اختلاف رائے کی وجہ سے
مذہب کوفہ اور مذہب بصرہ علیحدہ علیحدہ شمار ہونے لگے۔

بعض علماء کا خیال ہے کہ اس علم کا موجد سیدنا علی کرم
اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ہیں اور مذکورہ واقعہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے دور میں پیش آیا تھا اور مذکورہ اصول آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نے وضع کرکے ابوالاسود دئیلی کو فرمایا تھا اقصد نحوہ یعنی
ان اصولوں کے مثل دوسرے اصولوں کا قصد کرو
چونکہ دربار میں کافی لوگ تھے سب نے یہ جملہ سنا تو
لوگوں میں یہ بات عام ہو گئی کہ سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم
نے عربی زبان کے لیے ایک جدید علم یعنی علم نحو کو وضع فرمایا ہے۔
جسکی مزید تدوین کا حکم ابوالاسود دئیلی کو دیا ہے۔
المختصر یہ ہے کہ علم نحو کی تدوین ہوتی رہی یہاں تک
کہ ۲۰۰ ہجری میں یہ ایک مستقل فن ہو گیا کوفہ اور بصرہ میں اسکی



تعلیم کے لیے درس گاہ قائم ہوئیں علماء کوفہ کے امام فراء اور کسائی کہلائے۔ جبکہ علماء بصرہ کے امام سیبویہ اور خلیل بن احمد ان کے بعد مبرد، اخفش نے اس علم کو پایا تکمیل تک پہنچایا۔

پھر علامہ ابن حاجب نے اس علم کو ایجاز و اختصار کے ساتھ متن کافیہ تحریر فرما کر کتابی صورت میں پیش کیا جسکی مقبولیت کا عالم یہ ہوا کہ اسکی کافی شروحات لکھی گئیں اور یہ سلسلہ جاری و ساری ہے ان شروحات میں سے ایک شرح الفوائد الضیائیہ بھی ہے جو کہ شرح جامی کے نام سے مشہور ہے اور یہ موجودہ دور میں کافیہ کی واحد شرح ہے جو شامل نصاب ہے۔

⑤ ماتن اور شارح کے حالات زندگی:-

⑤ حالات شارح:-

صاحب شرح جامی کا نام عبدالرحمن بن احمد تھا لقب نورالدین کنیت ابو البرکات آپ علیہ الرحمۃ امام محمد علیہ الرحمۃ کے منسب سے ہیں آپ کا تعلق جامی ہے۔ آپ کے والد کا وطن اصلی اصفہان تھا پھر کسی حادثے کے موقع پر جام منتقل ہو گئے جو خراسان کا قصبہ ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ سرم شعبان 817 ھجری میں بوقت عشاء اسی علاقے میں پیدا ہوئے

بعد میں ہرات کی طرف منتقل ہو گئے آپ نے اپنے زمانے کے مشہور علماء و فضلاء سے علم حاصل کیا پہلے صرف و نحو کی تعلیم اپنے والد صاحب سے حاصل کی پھر خواجہ علی سمرقندی جو کہ سرسید شریف جرجانی کے شاگرد ہیں سے علم حاصل کیا اور مولانا شہاب الدین محمد جرجانی جو کہ سعد الدین تفتازانی کے شاگرد ہیں آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کو شعر و شاعری سے دلچسپی تھی بلکہ فارسی کے شعراء میں آپ کو ممتاز مقام حاصل تھا مثنوی شریف۔ یوسف زلیخا، لیلا مجنوں وغیرہ متعدد کتب منظومہ کے علاوہ آپ کا مستقل دیوان کلیات جامی کے نام سے مطبوع ہے جو کہ قصائد۔ غزلیات۔ مربعات۔ اور مقطعات پر



مشتمل ہے۔ آپ نے ۸۱ سال کی عمر میں 18 محرم الحرام 898 ھجری میں جمعۃ المبارک کے دن شہر ھرات میں وفات پائی۔

حاشیہ کے حالات زندگی:۔

کافیہ کے مصنف علیہ الرحمۃ کا نام جمال الدین عثمان بن ابی بکر مالکی کردی تھا آپ کے والد کا نام عمر تھا مگر ان کو حاجب کہتے تھے حاجب معنی دربان

آپ علیہ الرحمۃ کی ولادت 570 ھجری میں مصر کے مضافات میں ہوئی وفات 646 ھجری اسکندریہ مصر میں ہوئی مزار مبارک باب البحر میں ہے۔

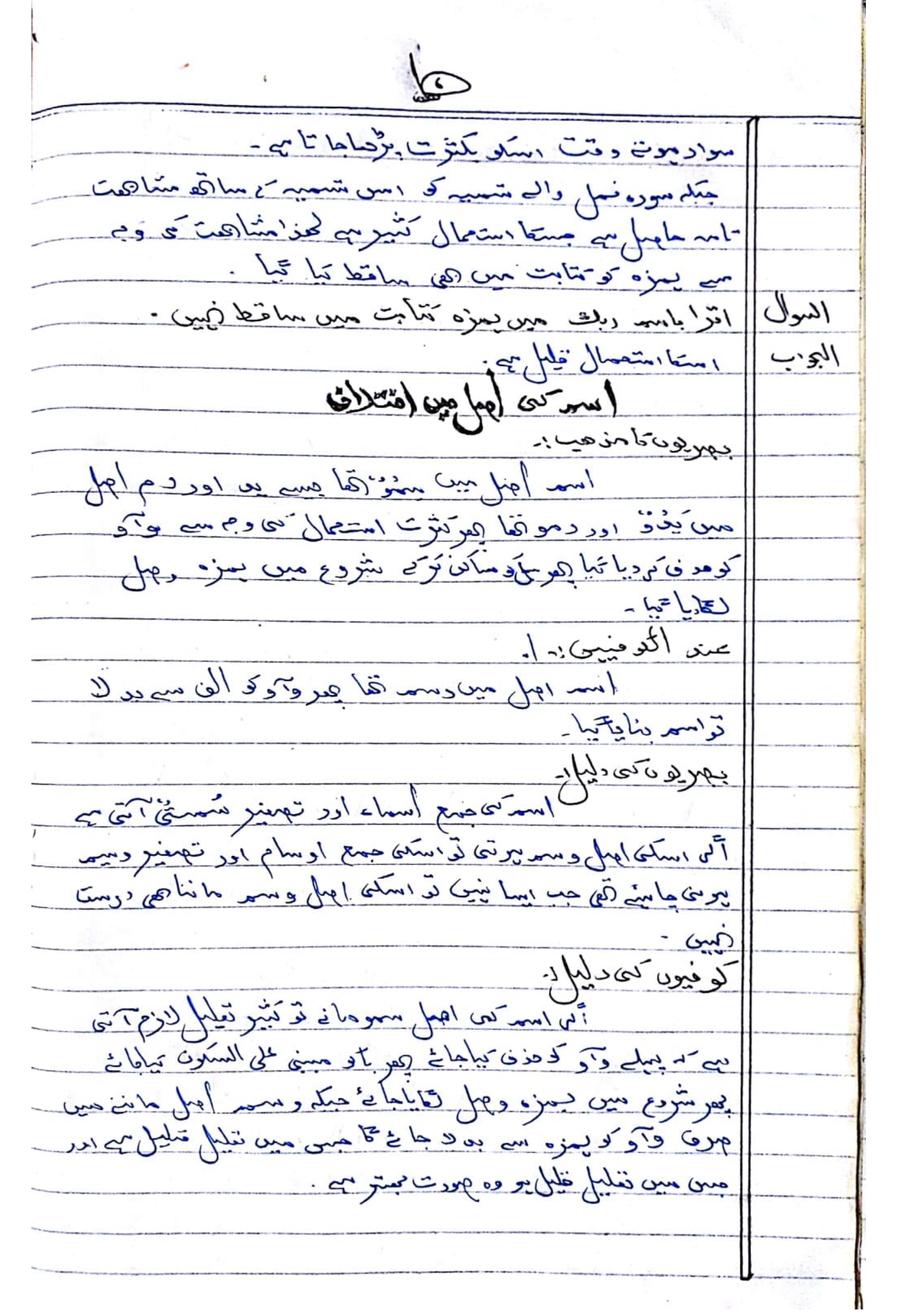
علامہ محمد عبد الرحمن جامی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب فوائد ضیائیہ کو تسمیہ سے شروع کیا اس سے برکت حاصل کرتے ہوئے کیونکہ حدیث پاک میں ہے "کل امر ذی بال لم یبدأ ببسم اللہ فھو اقطع"
یعنی ہر وہ ذیشان کام جو بسم اللہ سے شروع نہ کیا جائے وہ نامکمل ہے۔

السوال:۔
بسم اللہ اصل میں باسم اللہ تھا ہمزہ وصل کا سقوط صرف تلفظ میں ہوتا ہے کتابت میں نہیں یہاں پر کتابت میں بھی ہمزہ ساقط ہے۔ کیوں؟

الجواب:۔
کثرت استعمال کی وجہ سے ہمزہ کو تلفظ کے ساتھ کتابت میں بھی حذف کیا گیا ہے اور اس ہمزہ پر دلالت کرنے کے لیے باکو کتابت میں طول دیا گیا۔

السوال:۔ بسم اللہ مجریھا و مرسٰھا اور سورہ نمل میں ہے انہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ان دونوں مقامات پر ہمزہ وصل کو کتابت میں کیوں حذف کیا گیا ہے جبکہ ان کا استعمال کثیر نہیں ہے؟

الجواب:۔
بسم اللہ مجریھا و مرسٰھا کا استعمال بکثرت ہے کیونکہ کشتی



سوار ہوتے وقت اسکو بکثرت پڑھا جاتا ہے۔

جبکہ سورہ نمل والے تسمیہ کو اس تسمیہ کے ساتھ مشابہت تامہ حاصل ہے جسکا استعمال کثیر ہے لہٰذا مشابہت کی وجہ سے ہمزہ کو کتابت میں بھی ساقط کیا گیا۔

السوال: اقرأ باسم ربك میں ہمزہ کتابت میں ساقط نہیں۔

الجواب: اسکا استعمال قلیل ہے۔

اسم کی اصل میں اختلاف

بصریوں کا مذہب:-

اسم اصل میں سِمْوٌ تھا جیسے یدٌ اور دمٌ اصل میں یَدْوٌ اور دمو تھا پھر کثرت استعمال کی وجہ سے واؤ کو حذف کر دیا گیا پھر سین کو ساکن کر کے شروع میں ہمزہ وصل لگا دیا گیا۔

عند الکوفیین:-

اسم اصل میں وسم تھا پھر واؤ کو الف سے بدلا تو اسم بنایا گیا۔

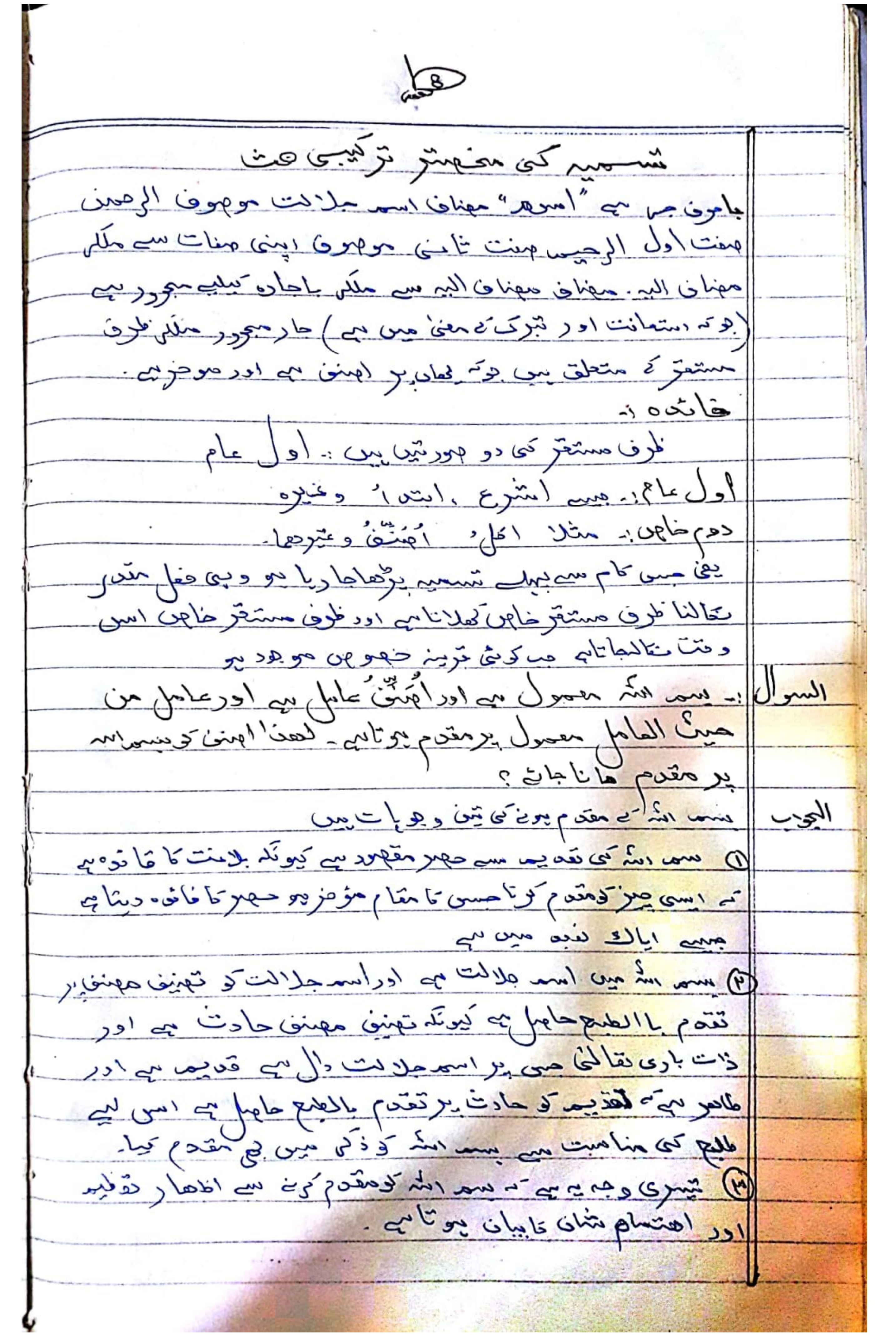
بصریوں کی دلیل:-

اسم کی جمع اسماء اور تصغیر سُمَیٌّ آتی ہے اگر اسکی اصل وسم ہوتی تو اسکی جمع اوسام اور تصغیر وسیم ہونی چاہیے تھی جب ایسا نہیں تو اسکی اصل وسم ماننا بھی درست نہیں۔

کوفیوں کی دلیل:-

اگر اسم کی اصل سمو مانے تو کثیر تعلیل لازم آتی ہے کہ پہلے واؤ کو حذف کیا جائے پھر با کو مبنی علی السکون کیا جائے پھر شروع میں ہمزہ وصل لگایا جائے جبکہ وسم اصل ماننے میں صرف واؤ کو ہمزہ سے بدلا جائے گا جس میں تعلیل قلیل ہے اور جس میں تعلیل قلیل ہو وہ صورت بہتر ہے۔

عند البصریین اسم کی وجہ تسمیہ:-
ان کے نزدیک اسم کا مشتق منہ
سمو ہے جسکا معنیٰ ہے "بلندی" چونکہ اسم اپنی دونوں قسیموں (فعل، حرف)
پر بلند ہوتا ہے اسی وجہ سے اسکو اسم کہا جاتا ہے
عند الکوفیین اسم کی وجہ تسمیہ:-
اسم کا مشتق منہ وسم ہے جسکا معنیٰ ہے
علامت نشانی چونکہ اسم اپنے مسمیٰ پر علامت ہوتا ہے اسی وجہ
سے اسکو اسم کہا جاتا ہے۔
اسم جلالت کی تعریف
"ھو علم للذات الواجب الوجود المستجمع لجمیع صفات الکمال"
یعنی وہ علم ہے واجب الوجود ذات کا جو جامع ہے تمام صفات
کمال کو۔
الرحمن الرحیم:-
الرحمن اور الرحیم بصریوں کے نزدیک صفت مشبہ کے صیغے ہیں
اور مبالغہ کی معنیٰ میں ہے۔
تسمیہ میں رحمٰن کو رحیم پر مقدم کرنے کی وجہ:-
① رحمٰن کے حروف زیادہ ہے رحیم کے حروف سے اور اکثرت حروف کثرت
معنیٰ پر دلالت کرتا ہے
② صفت رحمن دارین کو شامل ہے جبکہ صفت رحیم یعنی آخرت کے
ساتھ خاص اور آخرت دنیا کے بعد ہے۔
③ صفت رحمٰن کا تعلق مومنین۔ کافرون۔ حیوانات۔ نباتات وغیرہ
سب کے ساتھ ہے جبکہ صفت رحیم مؤمنین کے ساتھ ہے کثرت افراد
کو شامل ہونے کی بنیاد پر رحمٰن کو مقدم کیا۔
④ رحمن بمعنیٰ بمنزلہ علم ہے کہ اسی کا اطلاق غیر خدا پر جائز ہے
اور علم کو غیر علم پر تقدیم حاصل ہے۔
فائدہ:- رحمن بمنزلہ علم ہے کہ اسکا اطلاق غیر خدا پر جائز نہیں ہے بلکہ
رحیم کا اطلاق غیر خدا پر جائز ہی نہیں بلکہ واقع ہے جیسے قرآن پاک میں
پیارے آقا علیہ السلام کے متعلق ہے" وبالمؤمنین رؤف الرحیم"



تسمیہ کی مختصر ترکیبی بحث

با حرف جر ہے "اسم" مضاف اسم جلالت موصوف الرحمن
صفت اول الرحیم صفت ثانی موصوف اپنی صفات سے مل کر
مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ سے مل کر باجارہ کیلیے مجرور ہے
(جو کہ استعانت اور تبرک کے معنی میں ہے) جار مجرور مل کر ظرف
مستقر کے متعلق ہیں جو کہ یہاں پر اصنف ہے اور موخر ہے۔

فائدہ:۔
ظرف مستقر کی دو صورتیں ہیں:۔ اول عام
اول عام:۔ جیسے اشرع، ابتدا، وغیرہ
دوم خاص:۔ مثلاً اکل، اُصَنِّفُ وغیرھا۔
یعنی جس کام سے پہلے تسمیہ پڑھا جا رہا ہو وہی فعل مقدر
نکالنا ظرف مستقر خاص کہلاتا ہے اور ظرف مستقر خاص اس
وقت نکالا جاتا ہے جب کوئی قرینہ خصوص موجود ہو

السوال:۔ بسم اللہ معمول ہے اور اُصَنِّفُ عامل ہے اور عامل من
حیث العامل معمول پر مقدم ہوتا ہے۔ لھذا اصنف کو بسم اللہ
پر مقدم مانا جائے؟

الجواب: بسم اللہ کے مقدم ہونے کی تین وجوہات ہیں
(1) بسم اللہ کی تقدیم سے حصر مقصود ہے کیونکہ بلاغت کا قاعدہ ہے
کہ ایسی چیز کو مقدم کرنا جس کا مقام مؤخر ہو حصر کا فائدہ دیتا ہے
جیسے ایاک نعبد میں ہے
(2) بسم اللہ میں اسم جلالت ہے اور اسم جلالت کو تصنیف مصنف پر
تقدم بالطبع حاصل ہے کیونکہ تصنیف مصنف حادث ہے اور
ذات باری تعالیٰ جس پر اسم جلالت دال ہے قدیم ہے اور
ظاہر ہے کہ قدیم کو حادث پر تقدم بالطبع حاصل ہے اس لیے
طبع کی مناسبت سے بسم اللہ کو ذکر میں بھی مقدم کیا۔
(3) تیسری وجہ یہ ہے کہ بسم اللہ کو مقدم کرنے سے اظہار تعظیم
اور اهتمام شان کا بیان ہوتا ہے۔

السوال بسم اللہ کے با پر کسرہ کے بجاء فتحہ ہونا چاہئے تھا کیونکہ باء حروف معانی مفردہ میں سے ہے جوکہ مبنی ہوتے ہیں اور بنا میں اصل سکون ہے لھذا با کو ساکن ہونا چاہئے تھا لیکن چونکہ ساکن سے ابتدا محال ہے اس لیے اس پر فتحہ ہونا چاہئے تھا کیونکہ فتحہ امنت سکون اور اخف الحرکات ہے۔

الجواب کسرہ دینے کی وجوہات درج ذیل ہیں

① کسرہ کو سکون کے ساتھ مشابہت حاصل ہے کیونکہ سکون نام ہے عدم حرکت کا اور کسرہ بھی اسم فعل اور غیر منصرف پر معدوم ہے تو من وجہ کسرہ بھی عدم حرکت ہوا اسی عدم حرکت کی مشابہت کی وجہ سے با کو کسرہ دیا گیا۔

② با کو جر لازم ہے یعنی یہ ہمیشہ اپنے مدخول کو جر دیتا ہے لھذا اثر کی مناسبت سے مؤثر یعنی حرف باء کو بھی کسرہ دیا گیا۔

③ فتحہ دینے کی صورت میں یہ وہم پیدا ہو سکتا تھا کہ بسم با اور اسم سے مرکب نہیں بلکہ مکمل ایک لفظ ہے جس کا معنی ہے مسکرانا اور یہ معنی مقام تسمیہ کے بالکل خلاف ہے۔

السوال بسم اللہ میں با استعانت کی ہے اور استعانت بہ نسبت اسم کے ذات سے اولیٰ ہوتی ہے لھذا بسم اللہ کے بجاء باللہ ہونا چاہئے تھا۔

الجواب باء جس طرح استعانت کے لیے آتا ہے اسی طرح قسم کے لیے بھی آتا ہے لفظ اسم بڑھا کر یہ اشارہ کیا گیا کہ با سے مراد قسم نہیں بلکہ استعانت مراد ہے۔

① قول الشارح :- اَلْحَمْدُ لِوَلِیِّہٖ یعنی ہر طرح کی حمد اس لائق حمد کے لیے
الحمد میں الف لام کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں

① جنسی :- اس صورت میں ترجمہ ہوگا کہ "ماھیت حمد لائق حمد کے لیے خاص ہے"

② استغراقی :- اس صورت میں ترجمہ ہوگا کہ "حمد کے افراد میں سے ہر فرد لائق حمد کے لیے خاص ہے۔

حمد کی تعریف:-

ھو الثناء باللسان علی جمیل الاختیاری من نعمۃ او غیرھا۔

یعنی حمد زبان کے ساتھ خوبی بیان کرنا ہے اختیاری خوبی پر (یہ عام ہے) کہ نعمت کے بدلے میں ہو یا نہ ہو۔
جیسے زید کے بارے میں کہنا کہ ماشاء اللہ وہ تحفہ کر رہا ہے۔

شکر کی تعریف:-

شکر ایسے فعل کو کہتے ہیں جو منعم کی تعظیم پر دلالت کرے جیسے عاطف نے فراز کی دعوت کی تو فراز نے کہا ماشاء اللہ عاطف بہت سخی ہے۔

مدح کی تعریف:-

ھو الثناء باللسان علی جمیل من نعمۃ او غیرھا

مطلقاً افعال حسنہ پر زبان سے تعریف کرنا خواہ وہ افعال اختیاری ہوں یا غیر اختیاری جیسے انسان کا یہ قول مَدَحْتُ طَارِقًا علی حسنہ

ان کے درمیان نسبت

حمد و مدح:-

ان دونوں کے درمیان عموم خصوص مطلقاً کی نسبت ہے مدح عام ہے اور حمد خاص ہے جہاں پر حمد پائی جائے گی وہاں پر مدح کا ہونا ضروری ہے۔ لیکن اسکے برعکس نہیں جیسے عمو کی مذکورہ مثال میں حمد اور مدح دونوں صادق آتے ہیں جبکہ مدح کی مذکورہ مثال میں صرف مدح ہے حمد نہیں کیونکہ طارق کا حسن اختیاری نہیں ہے۔

نسبت مابین الحمد والشکر و نسبت مابین المدح والشکر

حمد اور شکر کے درمیان اور مدح اور شکر کے درمیان عموم و خصوص من وجہ کی نسبت ہے اور آپ لوگوں نے پڑھا ہے کہ جہاں پر یہ نسبت ہو وہاں پر تین

مادہ پائے جاتے ہیں۔ ایک اجتماعی اور دو افتراقی۔

ایک افتراقی مادہ:- جیسے دلیپ نے ظہور کو اسٹوڈنٹ کا کھانا کھلایا تو ظہور نے ہاتھ کے اشارے سے یا دل میں دلیپ کی تعظیم کی تو یہ صرف شکر ہے یہ حمد اور مدح نہیں۔

دوسرا افتراقی مادہ:- جیسے ہوا نے بولا کہ افنز بہت اچھا بیان کرتے ہیں تو یہ صرف مدح اور حمد ہے شکر نہیں کہ نعمت کے مقابلے میں نہیں۔

اجتماعی مادہ:- جیسے شمس الدین نے اپنے زمیلاں راشد اور عبد السمیع کو درسی کتب تحفہ میں دی تو انہوں نے کہا کہ شمس الدین کتنے اچھے۔

مختصر خلاصہ

حمد اور مدح دونوں متعلق کے اعتبار سے عام ہیں کہ ان دونوں کا متعلق نعمت اور غیر نعمت سے دونوں ہوتا ہے۔ جبکہ کہ یہ دونوں اپنے مورد کے اعتبار سے خاص ہیں کہ دونوں کا ورود صرف زبان سے ہو سکتا ہے زبان کے علاوہ سے نہیں۔ جبکہ شکر ان کے برعکس ہے کہ شکر اپنے متعلق کے اعتبار سے خاص ہے کہ صرف نعمت کے بدلے میں ہو سکتا ہے۔ جبکہ اپنے مورد کے اعتبار سے عام ہے کہ شکر کا ورود اور اظہار زبان سے بھی ہو سکتا ہے اور زبان کے علاوہ قلب اور جوارح سے بھی ہو سکتا ہے۔

اعتراض:- حدیث پاک میں ہے "کل امر ذی بال لم یبدأ بحمد اللہ فھو اقطع" اس حدیث پاک پر عمل کرتے ہوئے مصنف کو حمد سے اپنی کتاب کی ابتداء کرنی چاہئے تھی۔

الجواب:-

اسطرح کی حدیث بسم اللہ کے متعلق بھی ہے شارح علیہ اُس حدیث پر عمل کرتے ہوئے بسم اللہ سے کتاب شروع فرمایا۔

اعتراض:-

تسمیہ کو تحمید پر مقدم کرنے کی وجہ جبکہ دونوں کی ابتداء میں لانے کا حکم ہے۔

P.T.O

الجواب :-

جواب سے پہلے بطور تمہید چند کلمات کا بیان ضروری ہے کہ اگر ظاہری طور پر دیکھا جائے تو لیبک و قتادہ دونوں حدیثوں پر عمل کرنا ناممکن ہے کیونکہ دونوں متعارض ہیں اور دو چیزوں کو ابتداً میں بیان کرنا محال ہے۔

اہل علم اس بات سے واقف ہیں کہ جب دو حدیثیں متعارض ہوں تو سب سے پہلے ان میں تطبیق بیان کی جاتی ہے (اگر تطبیق ممکن ہو تو) علماء کرام نے تطبیق کی صورت یہ بیان کی ہے کہ ابتداء کی تین اقسام ہیں۔

① ابتداء حقیقی :-

جو سب سے پہلے ہو جس سے پہلے کوئی چیز نہ ہو

② ابتداء اضافی :-

جو کسی سے پہلے ہو خواہ اس سے پہلے کوئی ہو یا نہ ہو

③ ابتداء عرفی :-

جو مقصود سے پہلے ہو۔

پس جو ابتداء تسمیہ سے ہے وہ ابتداء حقیقی پر محمول ہے اور تحمید میں جو ابتداء ہے وہ ابتداء اضافی یا عرفی دونوں پر محمول ہو سکتی ہے۔

اب آئیے مقصود اصلی کی طرف!

کہ شارح علیہ الرحمۃ نے ابتداء حقیقی تسمیہ سے اس وجہ سے کی کہ تسمیہ کے شروع میں ذات باری تعالیٰ مذکورہ ہے جبکہ حمد میں وصف باری تعالیٰ اور ذات طبعًا وصف سے مقدم ہوتی ہے۔

اعتراض :-

شارح علیہ الرحمۃ نے حمد کے طریقہ مشہور سے عدول کیوں کیا؟

الجواب :- ① الحمد مقام حمد میں چونکہ مشہور تھا اس لیے جدید لفظ لیکر آئے تاکہ مشہور مقولہ کل جدید لذیذ کا لطف حاصل ہو

جواب نمبر ②

عبارت میں آگے آنے والے لفظ لنسبتہ کے ساتھ رعایت

سجع مقصود ہے۔ لیکن اس جواب ثانی پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ رعایت سجع امر ماضی (وہ لفظ جو ماقبل عبارت میں گذر چکا ہو) سے ہوتی ہے امر مستقبل سے نہیں اور لنبیّنہ امر مستقبل ہے اس کا جواب یہ ہے کہ لنبیّنہ اگرچہ کتابت میں امر مستقبل ہے لیکن ذہن میں وہ امر ماضی ہے۔

السوال حمد جملہ فعلیہ مثلاً نحمدہ سے ہونی چاہیئے تھی کیونکہ اس میں حمد کے لوازم حامد۔ محمود۔ حمد تینوں صراحۃً مذکور ہیں جبکہ جملہ اسمیہ میں صرف محمود اور حمد مذکور ہوتے ہیں لہذا وہ حمد جس میں تینوں لوازم مذکورہ ہوں اس حمد سے اولیٰ ہوتی ہے جس میں صرف دو ہی لوازم مذکور ہوں؟

الجواب جملہ فعلیہ چونکہ حدوث و تجدد پر دال ہے جبکہ جملہ اسمیہ دوام و استمرار پر دال ہے دوام و استمرار کے معنیٰ کے لیے حمد کو جملہ اسمیہ سے بیان کیا گیا۔

④ قول الشارح :- "لِوَلِيِّه"

ولی فعیل کے وزن پر صفت مشبھہ کا صیغہ ہے اس کے ۵ معانی ہیں

① ناصر ② متصرف ③ محب ④ قریب ⑤ حرّی یعنی لائق۔

لولیہ کی ہ ضمیر کا مرجع حمد ہے بتقدیر اول عبارت یہ ہوگی۔

① اَلْحَمْدُ لِنَاصِرِ الْحَمْدِ :- اللہ تعالیٰ ناصر حمد اس طرح ہے کہ وہ حامد کو قوت و توفیق عطا فرماتا ہے۔ حمد کرنے کی

② بتقدیر الثانی: اَلْحَمْدُ لِمُتَصَرِّفِ الْحَمْدِ :- اللہ تعالیٰ کا متصرف حمد ہونا ظاہر ہے کہ ہر ممکن شئی اسکے تصرف میں ہے۔

③ بتقدیر الثالث :- الحمد لمحب کل حمد :- لیکن یہ اللہ تعالیٰ کے لیے درست نہیں ہے اس لیے اگر حمد کی تعریف کی جائے تو وہ اللہ کو پسند نہیں۔ سے کافر کی

④ بتقدیر الرابع :- اَلْحَمْدُ لِقَرِيْبِ الْحَمْدِ :- اللہ تعالیٰ کا قریب حمد ہونا ظاہر ہے وہ ہر شئی کے قریب ہے از روئے علم و قدرت کے۔

(۵) بتقدیر الخامس ، الحمدُ لحمدی الحمد :- اللہ تعالیٰ کا لائق حمد
ہونا ظاہر ہے کہ اس کا غیر اگرچہ لائق حمد ہوتا ہے لیکن
اسکی عطا و بخشش سے۔

(3) قول الشارح :-

والصلوٰۃ علیٰ نبیہ

الصلوٰۃ :- صلوٰۃ باب تفعیل کا مصدر ہے اصل میں صلوٰۃ تھا صرفی
کے قاعدہ کے مطابق واؤ کو الف سے بدلہ اور واؤ کو کتابت میں
باقی رکھا گیا تاکہ اشارہ ہوجائے کہ الف اصل میں واؤ تھا۔

السوال: حمد کے بعد صلوٰۃ لانے کی وجہ؟ جب کہ حدیث پاک میں تسمیہ
اور تحمید لانے کا حکم تھا۔

الجواب: اس سوال کے کئی جوابات ہیں ان میں سے ایک جواب یہ ہے کہ
حمد کے بعد صلوٰۃ کا ذکر کرنا اس بات پر تنبیہ ہے کہ مصنف مومن
ہے یہود و نصاریٰ نہیں کیونکہ وہ بھی اگرچہ اللہ تعالیٰ کی حمد
بجالاتے ہیں لیکن چونکہ وہ مومن نہیں اسی وجہ سے صلوٰۃ کا ذکر
نہیں کرتے۔

فوائد :- صلوٰۃ کا لغوی معنی تو دعا ہے لیکن جب اسکی
نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو نزول رحمۃ مراد ہوتی ہے جب انسانوں
کی طرف ہو تو طلب الرحمۃ فرشتوں کی طرف ہو تو استغفار
طیور و وحوش کی طرف ہو تو مراد تسبیح ہوتی ہے۔

واصحابہ

اصحاب :-

اصحاب یا تو صَحْبٌ کی جمع ہے جیسے نَصْرٌ سے انصارٌ
یا صَحِبٌ کی جمع ہے جیسے نَمِرٌ سے انمارٌ
یا صاحب کی جمع ہے جیسے طاھر سے اطھار
یہاں پر اصحاب سے صحابی رسول اللہ علیہ السلام مراد ہے
صحابی کی تعریف :- جو ایمان کی حالت میں آپ علیہ
الصلوٰۃ والسلام کی زیارۃ سے مشرف ہوا ہو اور ایمان کی
حالت میں وصال فرمائی ہو۔

اعتراض:-

حل مشکلات الکافیہ اس میں الکافیہ کو ذوالحال بنانا درست نہیں کیونکہ حالت یا تو فاعل یا مفعول کی بیان کی جاتی ہے اور کافیہ نہ فاعل ہے نہ مفعول۔

الجواب:-

قاعدہ ہے کہ اگر مضاف الیہ کو مضاف کے مقام پر رکھ کر ذوالحال بنایا جائے اور معنیٰ فاسد نہ ہوں تو مضاف الیہ کو ذوالحال بنانا جائز ہے۔ اس عبارت میں الکافیہ مشکلات کا مضاف الیہ ہے اور اس کو اگر مشکلات کی جگہ رکھا جائے تو معنیٰ فاسد نہیں ہو رہی تو ثابت ہوا کہ الکافیہ کو ذوالحال بنانا درست ہے۔

"المشارق والمغارب" مصنف علیہ الرحمہ ان کو جمع لے کر آئے حالانکہ مشرق و مغرب ایک ہی ہے۔

الجواب:-

ان کو جمع لانے کی وجہ اختلاف مطالع ہے۔ مطالع سے مراد یہ ہے سورج روزانہ علیحدہ علیحدہ جگہ سے نکلتا ہے وہ اسطرح کہ ۲۲ جون سے ۲۲ دسمبر تک جانب جنوب مائل ہوتا ہے اور ۲۳ دسمبر سے ۲۱ جون تک جانب شمال کی طرف مائل ہوتا ہے۔

اعتراض:-

مصنف علیہ الرحمۃ کو اس کتاب (ملاجامی) پر جو ابھارنے والی چیز ہے وہ ہے اسکا بیٹا تو وہ علت غائی ہے تو مصنف علیہ الرحمہ نے علت غائیہ کے ساتھ تشبیہ کیوں دی علت غائی کیوں نہیں کہا؟

الجواب علت غائی نہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ علت غائی میں صرف تصور ہوتا ہے وجود نہیں ہوتا لیکن اسکا بیٹا پہلے ہی سے موجود تھا اسلیے صرف اس کے ساتھ تشبیہ دی یعنی علت غائی کی طرح ہے علت غائی نہیں۔

ل علت کی تعریف:- شئی ممکن کو وجود میں لانے کے لیے جس جس چیز کی حاجت ہو اسکو علت کہتے ہیں۔

علت کی اقسام:- علت کی چار قسمیں (۱) علت فاعلی (۲) علت مادی

← P.T.O

اعلم :-

اعلم لانے کی تین وجوہات ہیں -

(۱) سوال مقدر کا جواب دینا مقصود ہوتا ہے -

(۲) متکلم جب اپنی بات پوری کرے اور کوئی بات بتانا بھول جائے تو اعلم کے ذریعے مخاطبین کو بتاتا ہے۔

(۳) مخاطبین جب تھک چکے ہوں تو ان کو خبردار (بیدار) کرنے کیلیے اعلم استعمال کیا جاتا ہے۔

لیکن یہاں پر ایک اعتراض مقدر کا جواب دینا مقصود ہے -

السوال: مهضما لنفسه الخ اس عبارت کی وضاحت کریں؟

الجواب: یہ ایک مقدر اعتراض کا جواب ہے وہ اعتراض یہ ہے کہ مصنف علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب کی ابتدا حمد سے نہیں فرمائی کہ حمد کو اسی کتاب کا جز بناتے تو جواب دیا گیا کہ اپنی ذات پر عاجزی کرتے ہوئے چھوڑا ہے

السوال: بتخییل الخ اس عبارت کی وضاحت کریں۔

الجواب: یہ بھی ایک مقدر اعتراض کا جواب ہے وہ اعتراض یہ ہے کہ عاجزی عبادت کرنے میں تو ہوتی ہے لیکن عبادت کے چھوڑنے میں نہیں تو جواب دیا کہ عبادت کو چھوڑنے میں عاجزی اس وقت مذموم ہوتی جب اسے عبادت سمجھ کر چھوڑا جائے لیکن مصنف علیہ الرحمہ نے یہ خیال کرتے ہوئے حمد چھوڑا ہے کہ اسکی کتاب کتب السلف الصالحین رحمہم اللہ تعالیٰ کی طرح نہیں کہ اسکو اس کے طریقے پر شروع کرتے۔

---

(۳) علت صوری (۴) علت غائی

(۱) علت فاعلی :- وہ جو شی ممکن کو وجود میں لانے والی ہو۔

(۲) علت مادی :- شی ممکن کو وجود میں لانے کیلیے جن چیزوں کی ضرورت ہو وہ علت مادی ہے

(۳) علت صوری :- چیز کے بننے کے بعد جو صورت حاصل ہو۔

(۴) علت غائی :- اس چیز کو بنانے پر جو باعث (ابھارنے والی) ہو وہ علت غائی ہے

(17)

السوال: ولا یلزم من ذالک عدم الابتداء الخ عبارت کی وضاحت مع مقدر اعتراض و جواب :۔

الجواب - یہ بھی ایک اعتراض کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ مذکورہ باتیں درست ہیں لیکن جو حمد سے برکات حاصل ہوتی تھی وہ تو حاصل نہ ہوئیں تو جواب ملا کہ حمد کو کتاب کا جز نہ بنانا اس سے یہ بات لازم (نہیں) آتی کہ اس نے مطلقاً ابتداء ہی حمد سے نہ کی ہو ممکن ہو سکتا ہے کہ مصنف علیہ الرحمہ حمد کو لکھا نہ ہو لیکن پڑھ لیا ہو۔

سوال: نحو کا موضوع و مقصود آخری اعراب کے احوال کو جاننا ہے اور مصنف علیہ الرحمۃ نے کلمہ اور کلام کی تعریف شروع کر دی ان کے احوال کو پہلے ذکر نہیں فرمایا۔

جواب: نحو میں چونکہ کلمہ و کلام کے احوال کے متعلق بحث کی جاتی ہے یعنی کہ احوال کا جاننا تعریف پر موقوف ہے اور تعریف موقوف علیہ اور قاعدہ ہے کہ موقوف علیہ موقوف پر مقدم ہوتا ہے تو جب تعریف معلوم نہیں ہوگی تو ان کے احوال کو کیسے جانا جائے گا لھذا مصنف علیہ الرحمہ نے پہلے تعریف ذکر کی دی پھر ان کے احوال کے متعلق بحث کی جائے گی۔

سوال: کلمہ کو کلام پر مقدم کیوں کیا؟

جواب: کلمۃ کے افراد کلام کے افراد کے جز ہیں اور کلمہ کا مفہوم کلام کے مفہوم کا جز ہے مطلب کہ کلمہ جز ہے اور کلام کل ہے اور جز کل سے پہلے ہوا کرتا ہے لھذا کلمہ کو کلام پر مقدم کیا

الکلمہ :۔

الکلمۃ لفظ وضع لمعنیً مفرد

سوال: کلمہ اور کلام دونوں کَلْمٌ سے مشتق ہیں یعنی ان کا مشتق منہ کَلْمٌ ہے تو مشتق اور مشتق منہ کے اندر مناسبت (لفظی و معنوی) کا ہونا ضروری ہے جبکہ یہاں پر مناسبت لفظی تو ہے لیکن معنوی نہیں پائی جا رہی

جواب ①: کلمہ اور کلام ان دونوں کا معنیٰ ہے ما یتکلم بہ اور کلمہ کا لغوی معنیٰ ہے زخمی کرنا اور ما یتکلم بہ اور زخمی کرنے کے درمیان اسطرح مناسبت ہے کہ جسطرح زخمی کرنے کی تاثیر ہوتی ہے تو اسی

طرح جو بندہ کلام کرتا ہے تو اسکی بھی بحسب کلام اچھی یا بری تاثیر ضرور ہوتی ہے تو ان دونوں کی معنیٰ میں تاثیر کی مناسبت بعض شعراء نے بھی کلمہ اور کلام کی بعض تاثیر کو جرح کے ساتھ تعبیر کیا ہے جیسے

جراحات السنان لها التیام ولا یلتئم ما جرح اللسان[1]

(2)

سوال: الکلمۃ بکسر اللام لمعنی لاجمع الخ اس عبارت لانے کی غرض مع اختلاف نحاۃ بیان کریں۔

جواب: اس عبارت لانے کی وجہ یہ ہے کہ جو کلمہ اور کلام کا مشتق منہ ہے وہ کَلْمٌ یعنی بسکون لام ہے بکسر لام نہیں ہے کیونکہ کلمہ بکسر لام جنسی ہے اور جنسی سے کوئی چیز مشتق نہیں ہوتا۔

کلمۃ کے جنسی وجمع میں اختلاف کوفیین و البصریین

عند البصریین:- کلمہ یہ اسم جنسی ہے۔

دلیل نمبر 1: کلمہ اسم جنسی ہے کیونکہ اسکے آخر میں تا وحدۃ کی آتی ہوتی جیسے تمر سے تمرۃ۔

دلیل نمبر 2: قال اللہ تعالیٰ

الیہ یصعد الکلم الطیب۔

اس میں الکلم موصوف الطیب صفت ہے اگر الکلم کو جمع مانے تو الطیب جو کہ صفت ہے اسکی جگہ الطیبۃ آنا چاہیے اور الطیبۃ کا

---

[1] بعض نے کہا کہ یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شعر ہے لیکن حقیقت میں یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول "طعن اللسان اشد من ضرب السنان" سے لیا گیا ہے۔

نہ ہوتا اس بات پر دال ہے کہ یہ الکلم اسم جمع جنس ہے

عند الکوفیین :-

الکلمہ جمع ہے نہ کہ جنس

الکلمہ کا استعمال تین یا تین سے زائد پر ہوتا ہے اور جو تین یا تین سے زائد معنی میں استعمال ہو وہ جمع ہوتا ہے لہٰذا الکلمہ جمع ہے نہ کہ جنس

بصریوں کی دوسری دلیل کا رد :-

آیت مبارکہ میں الطیب بعض کی صفت ہے اور بعض واحد ہے اس لیے صفت بھی واحد لائی گئی اور یہ بالکل درست ہے۔

کوفیوں کی دلیل کا رد :- آپ کا یہ کہنا کہ کلمہ تین یا تین سے زائد پر بولا جاتا ہے یہ ٹھیک ہے لیکن اسکی وضع تین کے لیے نہیں کی گئی

بصریوں کی دلیل کے رد کا جواب :

کلام میں عمدگی عدم تاویل ہے اور آپ نے کلام میں تاویل کی ہے یعنی الکلمہ سے پہلے بعض نکالا ہے یہ تحصیل حاصل ہے جو کہ ناجائز ہے کیونکہ طیب کلمے اللہ تعالیٰ کی طرف بلند ہوتے ہیں غیر طیب نہیں تو اس میں بعض کا معنی حاصل ہو رہا ہے لہٰذا تاویل کر کے بعض محذوف نکالنا درست نہیں ہے۔

الکلمہ میں الف لام کون سا ہے کیونکہ الف لام کی دو قسمیں زائدہ غیر زائدہ اس میں زائد تو نہیں کیونکہ وہ علم کے شروع میں

P.T.O

اسم کا استعمال تین طریقوں سے ہوتا ہے

① اسم جنس :- وہ اسم جو وحدۃ وکثرت دونوں کے لیے وضع کیا گیا ہو
② جمع :- جو دو یا دو سے زائد افراد پر دلالت کرنے کے لیے وضع کیا گیا ہو بس شرط یہ ہے کہ اسکے مادہ سے واحد آتی ہو۔
③ اسم جمع :- وہ اسم جو کثرت پر دلالت کرتا ہو لیکن اس کے مادہ سے واحد کا صیغہ نہ آتا ہو۔

ہوتا ہے جیسے العباس پھر غیر زائدہ والی کی بھی دو قسمیں ہیں
اسمی یا حرفی اسمی تو نہیں کیونکہ الف لام اسمی اسم فاعل
واسم مفعول کے شروع میں بمعنی الذی ہوتا ہے الکلمۃ نہ اسم
فاعل ہے نہ اسم مفعول پھر حرفی کی بھی دو قسمیں ہیں
لازمی عارضی لازمی بھی نہیں کیونکہ وہ اپنے مدخول سے جدا
نہیں ہوتا جیسے اللہ اسم جلالت پر الف لام پھر عارضی کی بھی
چار قسمیں یا تو الف لام کے مدخول سے جنس مراد ہو یا افراد
اگر جنس مراد ہو تو الف لام جنسی اور الکلمۃ میں الف لام جنسی بھی
نہیں ہو سکتا کیونکہ تا وحدۃ کی موجود ہے جو کہ جنس کے منافی ہے
اگر افراد مراد لیے جائیں تو تمام افراد مراد ہونگے یا بعض اگر
تمام افراد مراد ہوں تو الف لام استغراقی لیکن اسی میں الف لام
استغراقی بھی نہیں کیونکہ تا وحدۃ کی موجود ہے جو کہ تمام افراد کے منافی
ہے اگر بعض افراد مراد لیے جائیں تو وہ متعین ہونگے یا نہیں
اگر غیر متعین ہوں تو عہد ذہنی لیکن الف لام عہد ذہنی بھی نہیں
کیونکہ غیر متعین کی تعریف نہیں کی جا سکتی حالانکہ الکلمۃ کی
تعریف موجود ہے اگر افراد متعین ہو تو عہد خارجی لیکن اس
میں عہد خارجی بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ عہد خارجی میں جس کا ذکر گذر
چکا ہو لیکن اس کا کہیں ذکر نہیں ہوا تو عہد خارجی بھی نہیں تو کون
سا ہے الف لام۔

الجواب: اسم الف لام جنسی بھی مراد ہو سکتا ہے عہد خارجی بھی
مراد ہو سکتا ہے اگر الف لام جنسی مراد لیں تو اس وقت
تا وحدۃ جنسی کی ہوگی اور وحدۃ جنسی اور جنس کے درمیان
کوئی منافات نہیں ہے اس لیے کہ جنس کبھی وحدۃ کے ساتھ اور
وحدۃ کبھی جنس کے ساتھ متصف ہو جاتی ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ
ھذا جنس واحد والواحد جنس

1. وحدۃ کی چار قسمیں ہیں۔
① وحدۃ شخصی ② وحدۃ صنفی ③ وحدۃ نوعی ④ وحدۃ جنسی
جنس ساتھ وحدۃ شخصی کے علاوہ باقی وحدۃ کی اقسام جمع ہو سکتی ہیں۔

اور عہد خارجی پر الف لام کو اس لیے مراد لیا جا سکتا ہے کہ استے مرفول کا مذکور ہونا ضروری ہے یعنی حرف معلوم ہونا ضروری ہے اور کلمہ سے وہی مراد ہے جو نحاۃ کی زبان پر مذکور ہے۔

اللفظ

لفظ کا لغوی معنی:۔ پھینکنا ہے جیسے یقال اکلت تمرۃ ولفظت النواۃ اور پھینکنا برابر ہے منہ سے ہو یا اسکے علاوہ سے ہو۔

اصطلاح:۔ ما یتلفظ بہ الانسان

اعتراض:۔

اعتراض 1: الکلمہ مبتدا ہے اور لفظ خبر ہے اور الکلمہ اسم ذات ہے اور لفظ و صفی معنی تو وصف معنی کا اسم ذات پر حمل کرنا ناجائز ہے۔؟

الجواب: 1 یہاں پر لفظ ملفوظ کی معنی میں ہے (جیسے خلق بمعنی مخلوق) ما یتلفظ بہ الانسان کی طرف منسوب کرتے ہوئے ہم لفظ کو پہلے ملفوظ کی معنی میں لیں گے پھر اسکو ما یتلفظ بہ الانسان کی طرف نقل کریں گے۔

2 لفظ مصدری معنی ہے اور سبب ہے اور اصطلاحی معنی مسبب ہے تو یہاں پر سبب بول کر مسبب مراد لیا گیا ہے

3 لفظ کا لغوی معنی عام ہے اور اصطلاحی معنی خاص ہے تو عام کر

اسم کا استعمال تین طریقوں سے ہوتا ہے۔

1. اسم ذات:۔ وہ اسم جس سے صرف ذات کا معنی متصور ہو جیسے شجر
2. وصفی معنی:۔ وہ اسم جس میں صرف صفت کا معنی متصور ہو جیسے بیاض
3. اسم صفت:۔ وہ اسم جس میں اسم ذات کے ساتھ ساتھ صفت بھی متصور ہو۔

قاعدہ:۔

* اسم ذات کا حمل اسم ذات پر جائز ہے جیسے الحجر جسم
* اسم صفت کا حمل اسم ذات پر جائز ہے جیسے الحجر اسود
* وصفی معنی کا اسم ذات پر حمل ناجائز ہے زید ضرب

کے اطلاق سے خاص مراد لیا گیا ہے۔

سوال: حقیقۃً او حکماً مہملاً او موضوعاً مفرداً او مرکباً اس عبارت کی وضاحت کریں؟

جواب: حقیقۃً او حکماً ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے وہ اعتراض یہ ہے کہ آپ نے کہا کہ کلمہ لفظ اور لفظ وہ ہے جس کا انسان تلفظ کرے تو بہت سے الفاظ ایسے ہوتے ہیں جس کا بندہ تلفظ نہیں کرتا حالانکہ وہ لفظ ہیں جیسے ضمیر مستتر تو جواب دیا گیا کہ انسان جس کا تلفظ کرے وہ چاہے حکمی چاہے حقیقی ہو

حقیقی کی مثال: ضربت

حکمی کی مثال ضرب میں ھو

لفظ حکمی معنوی کی طرح ہے جیسے فی زید ضرب و اضرب

س: اذ لیس من مقولہ الحرف الخ عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب: یہ ایک مقدر اعتراض کا جواب وہ اعتراض یہ ہے کہ مصنف علیہ الرحمہ نے لفظ حکمی کو لفظ حقیقی کیوں نہیں فرمایا تو جواب دیا کہ لفظ حکمی نہ مقولہ حرف ہوتا ہے اور نہ ہی مقولہ صوت۔

س: وسم یوضع لہ لفظ کس اعتراض کا جواب ہے مع جواب کی وضاحت کریں؟

جواب: اعتراض یہ ہے کہ لفظ حکمی نہ مقولہ حرف ہے اور نہ ہی مقولہ صوت ہے تو پھر معنی ہوگا تو اسکا جواب دیا گیا کہ معنی کی تعریف یہ ہے کہ جس کا لفظ سے قصد کیا جائے لیکن لفظ حکمی ایسا ہے جس کے لیے کوئی لفظ وضع نہیں۔

سوال: انما عبّر واعنہ باستعارۃ الخ عبارت کی وضاحت کریں مع اعتراض و جواب؟

جواب: یہ ایک اعتراض کا جواب ہے وہ اعتراض یہ ہے کہ جب لفظ حکمی ہی نہ لفظ ہے اور نہ ہی وہ معنی ہے تو ضرب میں ھو ضمیر اور اضرب میں انت ضمیر کا تلفظ کیوں کرتے تو جواب دیا گیا کہ ان کے لیے الفاظ کو استعارہ کے طور پر لیا گیا ہے تاکہ اس پر لفظ کے احکام جاری کیے جاسکے تو لفظ حکمی ہوا نہ کہ حقیقی۔

اعتراض: مصنف علیہ الرحمہ کو ایسی قید لگانی چاہیے تھی کہ جس سے دوالِ اربعہ کلمہ کی تعریف سے خارج ہو جاتے؟

جواب: مصنف علیہ الرحمۃ نے قید اس لیے نہیں لگائی کہ خارج اسکو کیا جاتا ہے جو چیز داخل ہو دوال اربعہ کلمہ کی تعریف میں داخل ہی نہیں تو قید لگانے کی حاجت بھی نہیں۔

اعتراض: کافیہ مفصل سے ماخوذ ہے تو جب صاحب مفصل نے لفظ کے بجاء "لفظۃ" استعمال کیا ہے صاحب کافیہ نے کیوں نہیں لفظۃ استعمال کیا۔

صاحب کافیہ نے لفظ اور صاحب مفصل نے لفظۃ اس لیے استعمال فرمایا کہ صاحب مفصل نے وحدۃ کا قصد کیا اور صاحب کافیہ نے وحدۃ کا قصد نہیں کیا اس لیے لفظ استعمال فرمایا۔

سوال: المحذوف لفظ حقیقۃً الخ عبارت کی وضاحت زینت قرطاس کریں

جواب: یہ ایک اعتراض کا جواب ہے وہ اعتراض یہ ہے کہ لفظ وہ ہے جس کا بندہ تلفظ کرے تو ~~[illegible] مقولہ ہوتا ہے ورنہ غیر مقولہ ہوت~~ جس کو حذف کیا گیا ہو تو وہ لفظ حقیقی میں داخل نہیں تو جواب دیا گیا کہ محذوف بھی لفظ حقیقی ہی ہوتا ہے کیونکہ محذوف کا بندہ کبھی کبھار تو

3

۱) دوال: یہ دالۃ کی جمع ہے دوالّ سے دوال ہو گیا

دوال کی تعریف: ایسی چیز جس سے کوئی معنی سمجھا جائے اس کی چار قسمیں۔

۱) خطوط: یہ خط کی جمع ہے ایسے نقوش ہیں جو معنی پر دلالت کرتے ہیں

۲) عقود: عقد کی جمع ہے عقد انگلی کے پوروں کو کہتے ہیں جس سے معنی کو متعین کیا جائے

۳) نُصُب: یہ نصبۃ کی جمع ہے نصب کو زمین پر اس لیے گاڑا جاتا ہے تاکہ مقدار مسافت کا یقین ہو سکے۔

۴) اشارات: اشارات سے مراد اشارہ حسیہ ہے اور اسکو مشار الیہ محسوسہ کے لیے وضع کیا گیا ہے۔

تلفظ کر لیتا ہے اسی طرح کلمات اللہ تعالیٰ بھی لفظ حقیقی میں داخل ہے کیونکہ یہ بھی ایسے ہیں جیسا انسان تلفظ کرتا ہے

سوال وعلی ھذا القیاس کلمات الملائکۃ و الجن کی وضاحت کریں ؟

جواب اسکا مطلب یہ ہے کہ ~~جس طرح کلمات الملائکۃ و جن~~ جس طرح محذوف و کلمات اللہ لفظ حقیقی ہیں اسی طرح ملائکہ و الجن بھی کے کلمات بھی لفظ حقیقی ہے کیونکہ ان کا بھی کبھی کبھار بندہ تلفظ کر لیتا ہے۔

سوال المطابقۃ غیر لازمۃ الخ مقدر اعتراض مع جواب لکھیں۔

یہ ایک اعتراض کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ کلمہ مبتدا ہے اور لفظ خبر ہے مبتدا اور خبر میں مطابقت نہیں تو اس کا جواب یہ ہے مبتدا اور خبر میں مطابقت غیر لازمہ ہے مطابقت اس وقت لازمی ہوتی ہے جب خبر اسم مشتق ہو لفظ اسم مشتق نہیں تو مطابقت بھی ضروری نہیں

سوال مع کون اللفظ اشھر عبارت کی وضاحت کریں

یہ بھی ایک اعتراض کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ مطابقت ضروری نہیں تو ممنوع بھی نہیں لیکن اگر مطابقت ہوتی تو اچھا ہوتا تو جواب دیا گیا کہ کلام میں عمدگی اختصار کرنا ہے تو مصنف علیہ الرحمۃ نے اختصار کرتے ہوئے تا کو چھوڑ دیا۔

وضع :-

وضع کا لغوی معنیٰ : رکھنا

اصطلاحی تعریف :

الوضع تخصیص شیء بشیء بحیث متی اطلق او احس الشیء الاول فھم منہ الشیء الثانی

وضع یہ ہے کہ کسی شئی کو دوسری شئی کے ساتھ اسطرح خاص کر دینا کہ جب پہلی شئی بولی جائے یا محسوس کی جائے تو اس سے دوسری شئی سمجھ میں آجائے

اعتراض :- اس تعریف سے حروف خارج ہو رہے ہیں کیونکہ جب کوئی حرف بولا جائے تو اس سے اس کا معنیٰ سمجھ میں آجاتے نہیں

ہوتا جب تک کہ وہ ضمہ ضمیمہ کے ساتھ نہ بولا جائے۔

جواب: جب کسی شئ کو مطلق بولا جائے تو وہاں پر اطلاق صحیح مراد ہوتا ہے اور یہاں پر جو وضع کی تعریف میں اطلاق بولا گیا ہے اس سے اطلاق صحیح مراد ہے اور حرف کا اطلاق صحیح بغیر ضمہ ضمیمہ کے درست نہیں

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ الفاظ کے اطلاق سے مراد اہل لسان کا استعمال کرنا ہے اور اہل لسان (اہل عرب) حرف کو اپنے محاورات اور اپنے مقاصد میں بغیر ضمہ ضمیمہ کے استعمال نہیں کرتے تو اسم زائد قید لگانے کی حاجت نہیں ہے

لمعنیٰ:

معنیٰ کی اصطلاحی تعریف: "المعنیٰ یقصد بشیء"

معنیٰ وہ ہے جس کا کسی شئ کے ساتھ قصد کیا جائے۔

معنیٰ کی لغوی تعریف:

اس میں تین احتمال ہیں

۱. یا تو مفعل اسم مکان مقصود کے معنیٰ میں ہے یعنی قصد کرنے کی جگہ۔

۲. یا مصدر میمی ہے اسم مفعول کے معنیٰ میں قصد کیا ہوا

۳.

اعتراض: ہمیشہ لغوی تعریف پہلے اور اصطلاحی بعد میں ذکر کی جاتی ہے لیکن شارح علیہ الرحمہ نے پہلے اصطلاحی بعد میں لغوی تعریف بیان کی ہے؟

جواب: لغوی تعریف میں بحث زیادہ ہے اور یہ بمنزلہ مرکب ہے اور اصطلاحی تعریف میں بحث کم ہے اور بمنزلہ مفرد ہے اور قاعدہ ہے کہ مفرد مرکب سے پہلے ہوا کرتا ہے لہذا اصطلاحی کو پہلے لغوی کو بعد میں ذکر کیا۔

متن: ولما کان المعنیٰ ماخوذاً فی الوضع الخ عبارت کی وضاحت کریں؟

جواب: یہ ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ کلمہ کی تعریف میں وضع کے بعد لمعنیٰ نہیں کہنا چاہیے تھا کیونکہ وضع میں معنیٰ کا معنیٰ پائی جا رہی ہے وہ اس طرح کہ وضع کی تعریف (المفہوم) ہے ایک شئ بولی جائے

یا محسوس کی جائے تو دوسری شئی سمجھ میں آجائے ایک شئی سے مراد لفظ اور دوسری شئی سے مراد معنیٰ ہے تو وضع میں معنیٰ تو پائی گئی لہٰذا معنیٰ کا الگ ذکر کرنا درست نہیں ہے

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تجرید کے قائدہ پر ہے کہ وضع میں جو معنیٰ کی معنیٰ پائی جا رہی (تھی) تو اس کو وضع سے نکال کر اسکے بعد ذکر کر دیا جیسے قرآن مجید میں ہے:

سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً الآیہ

اس میں اسریٰ کا معنیٰ ہے رات میں سیر کرنا لیکن آگے لیلاً کا معنیٰ بھی رات ہے تو اسکو بھی ذکر کر دیا تو یہ بھی تجرید کے قائدہ پر ہے اور اسطرح کرنا بالکل درست ہے۔

اعتراض: کلمہ وہ ہے جسکو کسی معنیٰ کے لیے وضع کیا گیا لیکن بعض ایسے الفاظ ہوتے ہیں جو معنیٰ کے لیے وضع نہیں کیے گئے ہوتے جیسے اسم کا لفظ زید کے لیے فعل کا لفظ ضرب یضرب وغیرہ کے لیے حرف کا لفظ من وغیرہ کے لیے تو یہ اسم فعل حرف کا زید، ضرب یضرب من معنیٰ تو نہیں ہیں تو اس پر وضع لمعنیٰ کیسے صادق آتا ہے۔

جواب: ① معنیٰ کی تعریف ہی یہ ہے کہ جس کا لفظ سے قصد کیا جائے اب جس کا قصد کیا گیا ہے وہ اسم ہے لفظ سے ہو یا غیر لفظ سے لفظ کی مثال جیسے لفظ اسم سے زید کا قصد کرنا اور غیر لفظ سے جیسے فعل کا معنیٰ ہے کرنا

② اسمیں ایک لفظ کو دوسرے لفظ کے لیے وضع نہیں کیا گیا بلکہ ایک لفظ (اسم۔ فعل۔ حرف) کو مفہوم کلی کے لیے وضع کیا گیا ہے۔

اعتراض: کلمہ کی تعریف ہے کہ جسکو مفرد معنیٰ کے لیے وضع کیا گیا ہو لیکن بعض مفردہ کلمات کو مرکبہ الفاظ کے لیے وضع کیا گیا ہے جیسے لفظ جملہ اور لفظ خبر یہ مفرد ہیں لیکن زید قائم مرکب کے لیے وضع کیے گئے ہیں۔ تو یہ کلمہ کی تعریف میں شامل نہیں ہو رہے۔

الجواب: یہ الفاظ زید قائم اگرچہ ان کی معنیٰ کی طرف قیاس کرتے ہوئے مرکب ہیں کیونکہ ان کا جز معنیٰ کے جز پر دلالت کرتا ہے مگر جب الفاظ موضوعہ

کی طرف قیاس کرتے ہوئے دیکھے کہ تو وہ مفرد ہیں کیونکہ پورے جملہ کا لفظ
معنی کے جز پر دلالت (نہیں) کرتا تو زید قائم میں جب لفظ جملہ کی طرف نظر
کریں تو مفرد معنی دیتے ہے اگر اسکی معنی کی طرف نظر کریں تو مرکب ہے۔
(۲) یہاں پر لفظ جملہ اور ضمیر مفہوم کلی دیے وضع کیا گیا ہے۔

اعتراض: مفہوم کلی والے جواب دینا درست نہیں کیونکہ وہ ضمیر میں لوٹتا
جائیگی کے اسلیے کہ مفہوم کلی کے لیے ضروری ہے کہ موضوع اور موضوع
لہ دونوں عام ہوں لیکن ضمیر میں ایسا نہیں کیونکہ ضمیر کو مفہوم
الفاظ کی طرف دا جع ہوتا ہیں تو ضمیر اگرچہ عام ہے لیکن موضوع لہ
یعنی مرجع خاص ہے۔

جواب: اس کا جواب موجود نہیں۔

مُفرَدًا:
مفرد میں تینوں اعراب پڑھ سکتے ہیں مجرور، مرفوع، منصوب
ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔
مجرور پڑھنے کی صورت:۔
مفرد کو جب مجرور پڑھیں گے تو یہ معنی کی صفت بنے گا۔
تو اس وقت ترجمہ یہ ہوگا کہ مفرد وہ ہے کہ ~~معنی کا جز~~ جس کے لفظ کا جز معنی
کے جز پر دلالت نہ کرتا ہو

اعتراض: قائدہ ہے کہ متعلق جب کسی قید کے ساتھ مقید ہوجائے تو اس
قید کا وجود فعل یا شبہ فعل سے پہلے ہونا ضروری ہے جیسے ضربت
زیدًا مشدودًا اس مثال میں مارنے سے پہلے زید کا بندھا ہوا ہونا ضروری
ہے اور کلمہ کی تعریف وضع لمعنیٰ مفرد معنیٰ کو مفرد کے ساتھ مقید کر دیا
ہے تو اس میں معنی کا وضع سے پہلے پایا جانا ضروری ہے۔

جواب: معنی کا مفرد یا مرکب کے ساتھ متصف ہونا مجازًا ہے اور ما یئول کے اعتبار سے
ہے جیسے حدیث مبارکہ میں ہے من قتل قتیلاً فلہ سلبہ تو یہاں پر
بھی مقتول ما یئول کے اعتبار سے ہے۔

② مفرد کو مرفوع پڑھنے کی صورت۔

مفرد کو جب مرفوع پڑھیں گے تو یہ لفظ کی صفت بنے گا اور ترجمہ یہ ہوگا مفرد وہ ہے لفظ ہے جس کا جز معنی کے جز پر دلالت نہ کرتا ہو۔

اعتراض: صفت کے اندر اصل یہ ہے کہ وہ مفرد ہو لیکن مصنف علیہ الرحمہ جملہ فعلیہ لے کے آئے وہ بھی فعل ماضی کا صیغہ مصنف علیہ الرحمہ کو چاہئے تھا کہ وضع کی جگہ موضوع کہتے؟

جواب: مصنف علیہ الرحمہ جملہ فعلیہ لیکر آئے وہ اس بات پر تنبیہ کرنا چاہتے ہیں کہ وضع کو افراد پر تقدم زمانی حاصل ہے۔

اعتراض: صفت کے اندر یہ ضروری ہے کہ وہ موصوف سے فاصلے پر نہ ہو یعنی صفت اور موصوف کے اندر فاصلہ نہ ہونا ضروری ہے یہاں پر مفرد کو لفظ کی صفت بنانا درست نہیں ہے کیونکہ وضع کا فاصلہ آگیا ہے۔

جواب: موصوف اور صفت کے درمیان فاصلہ اس وقت منع ہے جب کسی اجنبی کا فاصلہ ہو جبکہ یہاں پر فاصلہ اجنبی چیز کا نہیں بلکہ وضع لمعنی لفظ کی صفت اول ہے

اعتراض: فعل ماضی تقدم زمانے پر دلالت کرتا ہے جبکہ وضع کو افراد پر جو تقدم حاصل ہے وہ تقدم رتبی حاصل ہے آپ کا یہ کہنا کہ صیغہ ماضی سے وضع کی تقدیم افراد پر حاصل ہوگی درست نہیں۔

الجواب: اس مقام پر تقدم زمانی سے استعارۃً تقدم رتبی مراد ہے۔

③ واما نصبہ:

مفرد کو نصب پڑھنے کی صورت:

مفرد کو نصب پڑھنے میں دو احتمال ہیں

① یا تو وضع میں موضوع سے حال بنے گا۔

ترجمہ

② یا معنی سے حال بنے گا۔

ترجمہ

اعتراض: عربی زبان کے اندر جب حالت نصبی ہو (جو آخر میں) جبکہ الف ممدودہ اور تانیث نہ ہو تو) الف لگایا جاتا ہے یہاں پر مفرد میں کیوں نہیں لگایا گیا؟

جواب: الف لگانا اس وقت ضروری ہے جب نصب یقینی ہو مگر یہاں پر مفرد میں تینوں اعرابوں کا احتمال ہے اس وجہ سے الف نہیں لگایا۔

اعتراض: مصنف علیہ الرحمۃ نے رفع اور جر کی جگہ مرفوع و مجرور یعنی اسم مفعول کا صیغہ استعمال کیا لیکن یہاں پر اسم مفعول کے بجائے نصب کیوں کیا۔

~~**جواب:**~~ مصنف کی یہ عبارت سابقہ عبارت سے مختلف ہے ~~مصطلح~~ تو اس کی طرف اشارہ ہے کہ یہ بھی رسم الخط سے مختلف ہے۔

جواب: نصب کہنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جس طرح مفرد کو رسم کے خلاف لایا گیا ہے تو اسی طرح مرفوع و مجرور کے خلاف نصب لائے یعنی منصوب نہیں کیا۔

س: الوضع وان کان مقدما على الافراد الخ عبارت کی وضاحت کریں؟

جواب: یہ ایک مقدر اعتراض کا جواب ہے اعتراض یہ ہوتا کہ مفرد یا تو وضع کی ھو ضمیر یا معنی سے حال ہے اور قاعدہ ہے کہ ذوالحال کے عامل اور حال کا زمانہ ایک ہو لیکن مفرد پر وضع کو تقدم زمانی حاصل ہے تو وضع کی ھو ضمیر سے حال بنانا درست نہیں۔ زمانہ ایک نہ ہونے کی وجہ سے تو اس کا جواب یہ ہے وضع اگرچہ مقدم ہے افراد پر لیکن ذات کے اعتبار سے ہے لیکن زمانے کے اعتبار سے مقارن ہے اور یہ مقارنت حال بننے کے صحیح ہونے کے لیے کافی ہے۔

اعتراض: مفرد کو معنی سے حال بنانا درست نہیں ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ جب ذوالحال نکرہ ہو تو حال کو مقدم کیا جاتا ہے جیسے جاءنی راکبا رجلٌ میں ہے

جواب: آپ نے یہ قاعدہ (جب ذوالحال نکرہ ہو تو حال کو مقدم کیا جاتا ہے)۔ مکمل نہیں فرمایا اصل قاعدہ اس طرح ہے کہ ذوالحال نکرہ ہو اور مجرور نہ ہو تو اس وقت حال کو مقدم کرنا ضروری ہوتا ہے جبکہ یہاں پر ذوالحال مجرور ہے۔

س: قائمۂ مفعول بہ بواسطۃ اللام عبارت کی وضاحت کریں؟

جواب: یہ ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے وہ اعتراض یہ ہے کہ حالت یا تو مفعول

کی بیان کی جاتی ہے یا فاعل کی جاتی ہے لیکن یہاں پر معنیٰ تو فاعل ہے
اور نہ مفعول ہے لھذا معنا سے حال بنانا درست نہیں ہے تو اس کا جواب
یہ ہے کہ مفعول دو طرح کا ہوتا ہے ایک بواسطہ حرف جر اور دوسرا بلا
واسطہ حرف جر اور یہاں پر بھی معنیٰ مفعول ہے لیکن حرف جر کے واسطے سے
ہے۔

قیودات کے فوائد

افراد کی قید:۔ اس قید سے مرکبات الفاظ کلمہ کی تعریف سے نکل جائیں
وہ چاہے مرکب تامہ ہو یا مرکب ناقص ہو۔

افراد کی قید سے الرجل، قائمۃ، بصری جیسے الفاظ نکل جائیں
گے کیونکہ اس میں لفظ کا جزء معنیٰ کے جزء پر دلالت کر رہا ہے وہ اس طرح کہ
الرجل:۔ اس میں الف لام جنس ہے اور رجل مرد پر دلالت کرتا ہے۔
دو لفظ سے مرکب ہے۔

قائمۃ:۔ قائم اگر لفظ ہے کھڑے ہونے کا فائدہ دے رہا ہے اور تا تانیث پر
پر دلالت کر رہی ہے لھذا مرکب کذالک بصری

س: لکنہ بعد لشدۃ الامتزاج الخ عبارت کی وضاحت کریں؟

جواب: جب یہ الفاظ مرکب ہیں تو مرکب کو تو دو اعراب آتے ہیں جیسے غلام زید
میں تو یہاں پر دو اعراب کیوں نہیں لائے تو اس کا جواب یہ ہے کہ
یہاں پر شدۃ استعمال پایا جا رہا ہے اور شدۃ استعمال کی وجہ سے ہم نے ایک
اعراب دیا ہے حقیقۃً دو ہیں لیکن حکماً ایک اعراب دیا ہے

صاحب ملا جامی کا مذہب:۔

جو علم نحو کی غرض کا عارف ہو اس پر یہ بات مخفی نہ رہے
کہ اگر معاملہ اسکے برعکس ہوتا تو زیادہ بہتر ہوتا یعنی قائمۃ۔ بصری۔ الرجل
کلمہ کی تعریف میں داخل ہوتے اور عبداللہ کلمہ کی تعریف میں داخل نہ ہوتے
تو بہتر تھا۔

عند صاحب المفصل:۔ عبداللہ جب کسی کا علم ہو تو کلمہ کی تعریف
سے نکل جائے گا کیونکہ وہ جو کلمہ کی تعریف اسطرح کرتے ہیں الکلمۃ ھی للفظ
الدالۃ علیٰ معنیٰ مفرد بالوضع اور عبداللہ ایک لفظ نہیں اسکو ایک
لفظ نہیں کیا جاتا لھذا یہ کلمہ کی تعریف سے نکل جائے گا اور

الرجل - قاسمة بھری وغیرہ باقی رہیں گے پھر جب مفرد کی قید لگائی تو یہ الفاظ بھی خارج ہوجائیں گے۔

سوال: ان الوضع یستلزم الدلالۃ الخ عبارت کی وضاحت مع اعتراض وجواب لکھیں؟

جواب: یہ ایک مقدر اعتراض کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ صاحب مفصل لفظ دالۃ کو کلمہ کی تعریف میں ذکر کیا جبکہ صاحب کافیہ نے لفظ دالۃ کو ذکر کیوں نہیں کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں اپنی جگہ درست ہیں وہ اسطرح کہ صاحب مفصل نے جب لفظ دالۃ کہا تو یہ احتمال پیدا ہوا کہ کون سی دلالت مراد ہے وضعیہ، طبعیہ یا عقلیہ تینوں میں ایک کو معین کرنے کے لیے وضع کی قید لگائی۔

اور صاحب کافیہ نے جب وضع کہا تو وضع دلالت کو مستلزم ہے کہ جہاں پر وضع پائی جائے تو لا محال دلالۃ پائی جائے لھذا دلالت کو الگ ذکر کرنے کی حاجت نہ رہی۔

وھی ای الکلمۃ اسم وفعل وحرف ای منقسمۃ الی ھذہ الاقسام

اعتراض: ھی کا مرجع الکلمۃ ہے اور کلمہ سے مراد اسم فعل حرف ہیں تو یہاں پر تقسیم الشیء الی نفسہ وغیرہ لازم آرہا ہے یعنی کلمہ اپنا ہی جنس وغیرہ کی طرف تقسیم ہورہا ہے جو کہ باطل ہے؟

جواب: ھی کا مرجع لفظ کے اعتبار سے کلمہ ہے لیکن اسکی تقسیم معنی کے اعتبار سے ہورہی ہے یہ اعتراض تب وارد ہوگا جب ہم لفظ کلمہ کی تقسیم کریں گے

اعتراض ۱: ھی ضمیر کا مرجع الکلمہ ہے اور مؤنث ہے۔ اسم فعل حرف مذکر ہیں اگرچہ یہ اسم غیر مشتق ہیں مطابقت ضروری نہیں لیکن اگر ہوں تو عمدہ ہے

ع ۲: ھی سے مراد الکلمہ ہے جو کہ جنس ہے اور عام ہے اسم فعل و حرف نوع ہیں اور خاص ہیں تو یہاں پر خاص کا حمل عام پر ہورہا ہے جو کہ ناجائز ہے

ع ۳: الضمیر اذا دار بین الخبر والمرجع فرعایۃ الخبر اولی یہاں پر بھی ھی ضمیر مرجع اور خبر کے درمیان دائر ہے لیکن خبر کی رعایت نہیں کی گئی۔

الجواب: شارح علیہ الرحمہ نے تینوں اعتراضوں کا ایک ہی جواب دیا وہ یہ کہ ھی ضمیر

P.T.O

کی خبر اسم۔ فعل۔ حرف نہیں بلکہ منقسمۃ ہے جو کہ محذوف ہے۔
(یہ ان کا جواب ہے جو منقسمۃ کو محذوف مانتے ہیں)

س: منقسمۃ کے محذوف ہونے کی دلیل کیا ہے؟

جواب: یہاں پر قرینہ پایا جارہا ہے وہ یہ ہے کہ کلمہ کی تقسیم شروع ہورہی ہے اور مقام تقسیم پر منقسمۃ محذوف نکالا جاتا ہے۔

" منقسمۃ محذوف نہ ماننے والوں کی طرف سے ۳ اعتراضوں کے جوابات مع لف و نشر مرتب "

(۱) کلمہ میں اور اسم فعل و حرف میں جب مطابقت ہے ہی ضروری نہیں تو پھر عمدہ کو چھوڑنے میں کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

(۲) ھی کا مرجع کلمہ ہے جو کہ جنس ہے اور اسم الگ نوع ہے اور فعل و حرف الگ الگ نوعیں ہیں تو یہ بمنزلہ جنس ہوگیا یعنی خاص ہوگیا تو خاص کا خاص پر حمل بکل جائز ہے۔

(۳) نحوی قاعدے کلیہ نہیں ہوا کرتے اگر قاعدہ ٹوٹ بھی گئے تو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

س: اسم کو مقدم پھر فعل کو پھر حرف کو کیوں لائے؟

جواب: اسم کو مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ کلام میں عمدہ ہوا کرتا ہے یعنی مسند اور مسند الیہ دونوں بن سکتا ہے۔ پھر فعل لائے کیونکہ وہ صرف مسند بنتا ہے اور حرف نہ مسند نہ مسند الیہ بنتا ہے اسلیے اسکو مؤخر کیا۔

اعتراض: مناظرۃ میں دلیل دے رہے ہیں دلیل تب دی جاتی ہے جب کوئی کسی چیز کا دعوی کرے یہاں پر بغیر دعوی کے دلیل شروع کردی ہے؟

جواب: مصنف علیہ الرحمۃ نے اشارۃً دعوی بیان کردیا ہے کہ کلمہ کی تین قسمیں ہیں اسم۔ فعل۔ حرف۔

س: لأنها أي الكلمة لما كانت موضوعة لمعنى عبارت کی وضاحت کریں؟

ج: یہ ایک مقدر اعتراض کا جواب ہے وہ اعتراض یہ ہے کہ کلمہ کی تعریف میں فرمایا أن تدل على معنى في نفسها او لا۔ لا کے بعد تدل محذوف ہے مطلب یہ ہے کہ جو دلالت نہ کرتا ہو تو وہ حرف ہے اب دلالت کی بھی دو قسمیں ہیں، ایک تو دلالت ہی نہ کرتا ہو دوسری یہ کہ دلالت فی نفسہ نہ کرتا ہے اگر دلالت ہی نہ کرتا ہو

مراد لیں تو حرف مھمل ہو جائے گا اور کلمہ کی تعریف سے نکل جائے گا
حالانکہ وہ کلمہ کی تعریف میں شامل ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب کلمہ کہا
تو اس سے مراد ہی یہ ہے کہ وہ بذات خود دلالت کرتا ہو کیونکہ کلمہ کی تعریف
ہی یہ ہے کہ جس کو کسی معنی کے لیے وضع کیا گیا۔ تو یہاں وضع تو پائی جا رہی ہے
تو دلالت بذات کرنے والا مراد ہے۔

س: الوضع یستلزم الدلالۃ عبارت کی وضاحت کریں؟
جواب: اس کا جواب صفحہ نمبر 31 پر درج کیا ہے۔

س: اما من حیث انھا لا تدل کی وجہ بیان کریں؟
جواب: یہ مثال کو شارح علیہ الرحمہ نے ایک مقدر اعتراض کا جواب دیا ہے اعتراض یہ
ہے کہ لانھا میں ھا ضمیر کا مرجع کلمہ ہے اور کلمہ اسم ذات ہے اور
حرف مشبہ بالفعل کا اسم بمنزلہ مبتدا، ان تدل مصدر کی تاویل ہو کر اسکی
خبر بن رہی ہے تو یہاں پر وصف معنی کا اسم ذات پر حمل کرنا لازم آ رہا ہے
جو کہ ناجائز ہے۔ تو شارح علیہ الرحمہ نے من حیث انھا نکال کر بتا دیا کہ
حرف مشبہ بالفعل کی خبر ان تدل نہیں بلکہ من حیث انھا ہے۔

س: ان تدل علی معنیً کائن فی نفسھا معنی کے بعد کائن نکالنے کی کیا وجہ ہے؟
جواب: کائن نکالنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ فی نفسھا ان تدل کے متعلق نہیں بلکہ
کائن محذوف کے متعلق ہے۔

س: فی نفسھا کو ان تدل کے متعلق نہیں بنایا کیونکہ اس کا صلہ بھی فی آتا ہے
تو فی کو باء کے معنی میں لے لیتے کیا حرج ہے؟
جواب: یہ وجہ حصر بیان ہو رہی ہے اور تعریف بیان ہو رہی ہے تو وجہ حصر میں
حرف کو اپنے حقیقی معنیٰ سے پھیر کر مجازی معنیٰ لینا درست نہیں۔

نفسھا ای فی نفس الکلمۃ، کلمہ نکال کر ھا ضمیر کا مرجع بیان فرما دیا۔

کلمۃ کی وجہ حصر

کلمۃ یا تو اپنے معنیٰ پر بذات خود دلالت کرتا ہوگا (دوسرے کلمہ سے ملائے
بغیر مستقل بالمفھوم ہونے کی وجہ سے) یا نہیں (یعنی دوسرے کلمہ کی طرف محتاج ہوگا
عدم مستقل بالمفھوم ہونے کی وجہ سے) بصورت الثانی حرف کیونکہ یہ اپنے معنیٰ
بتانے میں اسم و فعل کی طرف محتاج ہے۔ جیسے من سے الیٰ تک دونوں ابتداء
و انتھا کے لیے آتے ہیں جیسے سرت من البصرۃ الی الکوفۃ (وجہ حصر جاری
میں حرف کی تقابل)

الطرف:

طرف کی وجہ تسمیہ:- طرف کا معنی ہے طرف یعنی کونہ یا کنارہ تو طرف کو طرف اسلیے کہتے ہیں کیونکہ یہ کنارہ میں ہوتا ہے۔

س: وهوفي الطرف اي جانب المقابل الخ کی وضاحت کریں؟

ج: یہ ایک اعتراض کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ آپ کا نے کہا طرف کا معنی ہے کنارہ اور اس کے کنارہ میں ہونے کی وجہ سے اس کو طرف کہتے ہیں لیکن بعض اوقات طرف بیچ میں آجاتا ہے جیسے سرت من البصرة الی الکوفة۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ کنارہ میں ہونے سے مراد جانب مقابل ہے وہ اسطرح کہ اسم و فعل کلام میں عمدہ ہوا کرتے ہیں اور حرف غیر عمدہ تو عمدہ کا مقابل غیر عمدہ ہوا لھذا کنارہ سے مراد اسم فعل کے مقابل ہوتا ہے۔

(وجہ حصر شروع)

اگر کلمہ اپنی معنی پر بذات خود دلالت کرے تو دو حال سے خالی نہ ہوگا یا تو اسکی معنی تینوں زمانوں میں سے کسی کے ساتھ ملا ہوا ہوگا یا معنی بصورت ثانی اسم بصورت اول فعل

س: ان یقترن و ذالك المعنی المدلول علیه عبارت کی وضاحت کریں

جواب: یہ ایک مقدر اعتراض کا جواب ہے وہ اعتراض یہ ہے ان یقترن میں ضمیر کا مرجع المقسم الاول ہے کا لفظ ہے جس سے مراد کلمہ ہے تو لفظ تو ملا ہوا نہیں ہوتا تینوں زمانوں میں سے کسی کے ساتھ جیسے ضرب اب ض۔ ر۔ ب تو ملا ہوا نہیں بلکہ اس کا معنی ملا ہوا ہوتا ہے تو شارح علیہ الرحمہ نے ذالك المعنی المدلول علیه نکال کر بتایا کہ لفظ ملا ہوا نہ ہو بلکہ وہ معنی ملا ہوا ہو جو لفظ کا مدلول علیہ ہے۔

★ دلالتہ عليها:- یہ قید ظرف کو خارج کے لیے لگائی ہے۔

س: في الفاظه عندها عبارت کی تفصیلاً وضاحت کریں۔

ج: یہ ایک اعتراض کا جواب ہے وہ اعتراض یہ ہے کہ فعل کی تعریف مانع نہیں کیونکہ یہ مصدر پر بھی صادق آرہی ہے کہ معنی کا جو اقتران ہے وہ کسی زمانہ میں تو ہوگا جیسے ضرب مارنا اب مارنے کا وجود کسی زمانے پر تو ہوگا زمانے کے علاوہ نہیں ہوگا لھذا مصدر کو فعل ہونا چاہئے تھا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مصدر میں جو اقتران کا معنی ہے یعنی معنی کا ملا ہوا ہونا

وہ وجود کے اعتبار سے ہے لیکن فعل جیسا جو معنیٰ کا اقتران ہے وہ خصوصیت کے اعتبار
سے ہے کہ اس معنیٰ سے زمانہ بھی سمجھا جا رہا ہو لیکن مصدر سے کون سا معنیٰ
سمجھ میں آ رہا ہے کوئی نہیں لہٰذا یہ اسم ہے فعل نہیں۔

اعتراض: آپ نے کہا کہ معنیٰ کا اقتران جو زمانے کے ساتھ ہے وہ سمجھنے کے اعتبار سے ہو تو
ضارب زیدٌ غداً سے زمانہ بھی سمجھا جا رہا ہے اور زمانہ ناجی کہ ضاربٌ سے
مارنے کا معنیٰ اور غداً سے زمانہ سمجھا جا رہا ہے لہٰذا یہ تو فعل ہونا چاہیے؟

جواب: ہم نے جو کہا کہ معنیٰ کا اقتران زمانے سے سمجھا جا رہا ہو تو اس سے مراد یہ ہے
کہ وہ ایک ہی صیغے سے سمجھا جا رہا ہو آپ نے ضارب سے معنیٰ (مارنا) مراد لیا
ہے اور غداً سے زمانہ یہ غلط ہے۔

اعتراض: آپ نے کہا کہ ایک ہی صیغے سے معنیٰ بھی سمجھا جا رہا ہو اور صیغہ بھی تو غداً
میں کل تو اس سے زمانہ بھی سمجھا جا رہا ہے اور معنیٰ بھی؟

جواب: یہ جو ہم نے کہا کہ صیغہ سے معنیٰ سمجھا جا رہا ہو اس سے مراد یہ ہے کہ اقتران
کے لیے ضروری ہے کہ مادہ معنیٰ پر دلالت کرتا ہو اور صیغہ زمانے پر یعنی ضرب
کا جو مادہ ہے یعنی ض - ر - ب یہ مارنے کے معنیٰ پر دلالت کر رہا ہے اور ضرب جو صیغہ ہے
ہیئت ہے اسی سے زمانہ سمجھا جا رہا ہے لیکن غداً میں اس طرح نہیں کیونکہ یہاں
پر زمانہ بھی مادے سے سمجھا جا رہا ہے

اعتراض: آپ نے کہا کہ صیغہ زمانہ پر اور مادہ معنیٰ پر دلالت کرتا ہو تو صبوح یعنی
صبح کو شراب پینا غبوق یعنی شام کو شراب پینا ان دونوں سے زمانہ اور مادہ
سے معنیٰ سمجھ آ رہا ہے تو ان کو لامحالہ فعل ہونا چاہیے تھا؟

جواب: ہم نے جو معنیٰ کا اقتران کہا ہے وہ یہ ہے کہ تینوں زمانوں میں سے کسی ایک کے ساتھ
ملا ہوا ہو مطلقاً نہیں لیکن یہاں پر صبوح مطلقاً صبح کو شراب پینا اور غبوق مطلقاً
شام کو شراب پینا کہ تینوں زمانوں میں سے کوئی زمانہ نہیں ہے۔

اعتراض: الماضی والحال والاستقبال یہ تینوں زمانوں پر دلالت کر رہے ہیں
ان سے زمانہ سمجھا جا رہا ہے تو ان تینوں کو فعل ہونا چاہیے تھا؟

جواب: ان الفاظ کے معنیٰ زمانے پر دلالت کر رہے ہیں جبکہ فعل کے لیے ضروری ہے کہ
اس کا معنیٰ تینوں زمانوں میں سے کسی کے ساتھ ملا ہوا ہو جبکہ ماضی، حال، مستقبل
کا معنیٰ زمانے کے ساتھ ملا ہوا نہیں بلکہ بذات خود زمانے پر دلالت کر رہے ہیں۔

اسم کا اختلاف صفحہ نمبر 6 پر تفصیلاً ملاحظہ ہو۔

فعل کی وجہ تسمیہ:

فعل کو فعل اسلیے کہتے ہیں کہ اس میں تین چیزیں پائی جاتی ہیں
۱ نسبت فاعلی ۲ نسبت زمانی ۳ مصدری معنی مصدری معنی کو فعل لغوی بھی
کہتے ہیں تو فعل اصطلاحی فعل لغوی کو بھی شامل ہوا تو اس شامل ہونے کی
وجہ سے فعل لغوی سے فعل اصطلاحی مراد لیا یعنی بلاغت کے قاعدے کے مطابق جز
بول کر کل مراد لیا ہے۔

اعتراض: جب کلمے کی اقسام بیان کی تو اسم کو مقدم کیا پھر فعل پھر حرف لیکن
جب وجہ حصر بیان کی تو حرف کو مقدم کیوں کیا؟

جواب: اسکے چند جواب ہیں۔

① وجہ حصر میں حرف کو اس لیے مقدم کیا کہ حرف کے اندر ایک جز (دلالت
کرنا یا نہ کرنا) پایا جاتا ہے وہ بھی عدمی اسم کے اندر دو جز پائے جاتے ہیں۔ ایک عدمی
دوسرا وجودی فعل کے اندر دو جز دونوں وجودی پائے جاتے ہیں اور عدم کو وجود
پر فوقیت حاصل ہے لھذا حرف کو مقدم کیا۔

② حرف کا مفہوم مختصر ہے لھذا مختصر کو مقدم کیا۔

③ حرف بمنزلہ بسیط ہے (مفرد) ہے اسم و فعل بمنزلہ مرکب ہے اور
مفرد مرکب سے پہلے ہوا کرتا ہے اسی وجہ سے حرف کو مقدم کیا۔

متن: قد علم بذالک۔

اعتراض: ذالک کا مشار الیہ وجہ حصر ہے جو کہ عقلی ہے اور معنوی اور معنوی چیز کو
مشار الیہ ماننا درست نہیں؟

جواب: حس کی دو قسمیں ہیں۔

① محسوس حقیقی: جو حواس خمسہ سے معلوم ہو۔

② محسوس ادعائی: حقیقتہ مدرک بالحس نہ ہو لیکن اتنا واضح ہو کہ اس
پر حس کا حکم لگایا جاسکے تو یہاں بھی محسوس ادعائی مراد ہے۔

عبارت کی وضاحت: اس وجہ حصر سے معلوم ہو چکا کہ حرف وہ کلمہ ہے جو
اپنی معنی پر بذات خود دلالت نہ کرے بلکہ دوسرے کلمے کی طرف ملانا کا محتاج
ہو۔ اور فعل وہ کلمہ ہے جو اپنی معنی پر بذات خود دلالت کرے لیکن وہ مقترن
باحد الازمنۃ ہو۔ اور اسم کی بھی تعریف معلوم ہو چکی کہ وہ کلمہ ہے جو

اپنے معنیٰ پر بذات خود دلالت کرے لیکن غیر مقترن باحد الازمنۃ ہو۔
معلوم ہوا کہ کلمہ ان اقسام میں مشترک ہے۔ لیکن ان میں سے ہر ایک دوسرے سے ممتاز ہے
حرف اسم و فعل سے ممتاز ہے دلالۃ میں عدم استقلال کی وجہ سے۔
فعل حرف سے ممتاز ہے استقلال کی وجہ سے اور اسم سے اقتران کی وجہ سے ممتاز ہے۔
اور اسم حرف سے ممتاز ہے استقلال کی وجہ سے اور فعل سے عدم اقتران کی
وجہ سے ممتاز ہے۔

سوال: مصنف نے حد استعمال کیوں فرمایا کیونکہ ذاتیہ محدودہ کے لیے حد بولا جاتا ہے
اور ان میں ذاتیہ محدودہ نہیں ان میں عدم پایا جاتا ہے۔

جواب: مصنف علیہ الرحمہ نے بیان پر حد استعمال کرکے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ
یہ تعریف جامع اور مانع ہے۔

سوال: وہ درس المصنف علیہ الرحمۃ الخ وضاحت کریں؟

جواب: یہ ایک اعتراض کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ مصنف علیہ الرحمہ نے پہلے وجہ
حصر کے ذریعے اسم فعل حرف کی تعریف بیان کی اور اسکے ذریعے ان پر تنبیہ
کیوں کی یہ تحصیل حاصل لازم آرہا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مصنف علیہ
الرحمہ پر رحم فرمائے انہوں نے طلباء کی طبیعتوں کی رعایت کرتے ہوئے اسطرح فرمایا
کہ جو ہوشیار ہیں تو وہ اسم فعل حرف کی تعریف وجہ حصر سے ہی سمجھ جائیں
گے اور جو نہ سمجھا تو اس کے لیے تنبیہاً بیان کیا۔ اگر پہلے نہ سمجھے تھے تو اب
سمجھ آگئی پھر بھی کچھ کمی رہ جائے تو ان کی الگ الگ تفصیل آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ

الکلام

لغوی معنیٰ :- ما یتکلم بہ جس کا کلام کیا جائے اب وہ قلیل ہو یا کثیر
اصطلاحی تعریف :- ما تضمن کلمتین بالاسناد
جو دو کلموں کو اسناد کے ساتھ شامل ہو۔

اعتراض: کلمہ اور کلام علم نحو کے موضوع ہیں مصنف کو چاہیے تھا کہ کلام سے پہلے واؤ
عطف لاتے تاکہ موضوع کے جز اول سے ربط پیدا ہو جاتا؟

جواب: اگر واؤ حرف عطف لاتے تو یہ وہم پیدا ہوتا کہ کلمہ علم نحو کا موضوع ہے
بالاصالۃ کیونکہ وہ معطوف علیہ ہے لیکن کلام علم نحو کا موضوع ہے
لیکن بالتبع کیونکہ وہ معطوف ہے۔

الکلام ما تضمن لفظ کلمتین بالاسناد

اعتراض: تضمن کے بجائے لفظی کیوں نکالا شئی یا کلمہ یا کلام نکالتے ؟

جواب: اگر کلمہ لاتے تو جز کا حمل کل پر ہوتا شئی نکالتے تو تمام اشیاء کو شامل ہوجاتی اگر کلام نکالتے تو دور محدود میں داخل ہوجاتی تمام حال میں تو لفظی نکالا۔

س: کلمتین حقیقۃ او حکمۃ کی وضاحت کریں؟

جواب: یہ ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ کلام کی تعریف جامع نہیں کیونکہ کیونکہ کلام کی تعریف ہے جو دو کلموں کو ضمن میں لیے ہوئے ہو تو تو اس تعریف سے زید قائم ابوہ نکل جائے گا کیونکہ اس میں چار کلمیں ہیں تو اس کا جواب یہ ہے دو کلمیں عام برابر ہے کہ حقیقی ہوں یا حکمی ہو تو ابوہ قائم حکما ایک کلمہ ہے۔

③ کلمتین اقل مقدار میں مزا یا اگر اس سے زائد ہو تو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

س: فالمتضمن اسم الفاعل ہو المجموع الخ عبارت کی وضاحت کریں

جواب: یہ ایک اعتراض کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ متضمن اور متضمن کیلیے ضروری ہے کہ وہ الگ الگ ہوں لیکن زید قائم کلام ہے دو کلموں کو ضمن میں لیا ہوا ہے ایک زید دوسری قائم تو کلام متضمن ہوا زید اور قائم متضمن ہوئے تو متضمن بھی ایک چیز متضمن لازم آرہا ہے جو کہ ناجائز ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کو ایک چیز نظر آرہی ہے لیکن ان میں فرق ہے کلام ان دونوں کو ضمن میں لیے ہوئے ہے لیکن علی سبیل المجموع اور متضمن بھی دو چیزیں ہیں لیکن علی سبیل الواحد تو ان کا متحد ہونا بھی لازم نہیں آرہا۔

بالاسناد: اس میں باسببیہ ہے اور اس میں اشارہ ہے کہ کلام کی اسناد تنظیم کے ساتھ بطور سبب کے ہے بطور جزء کے نہیں۔

قیودات کے فوائد

الکلام ما تضمن کلمتین بالاسناد

① ما بمنزلہ جنس ہے مہملات۔ مفردات۔ مرکبات کلامیہ۔ غیر کلامیہ سب شامل ہیں۔

(ج) تضمن کی قید سے مفردات نکل جائیں گے۔

(د) کلمتین بلا اسناد کی قید سے مرکبات غیر کلامیہ نکل جائیں گے جیسے غلام زید باقی مرکبات کلامیہ بچ جائیں گے وہ چاہے خبریہ ہوں یا انشائیہ ہو۔
خبریہ جیسے ضرب زید۔ زید قائم انشائیہ جیسے اضرب۔ لا تضرب۔ ان میں تیسرا یعنی اضرب اور (لا تضرب) پر ایک دو کلموں کو شامل ہے ان میں سے ایک لفظی طور پر دوسرا معنوی طور پر اور ایسی اسناد ہے جس سے فائدہ تامہ حاصل ہو رہا ہے۔

اعتراض: لا تضرب میں دو کلمیں ہیں ایک لا دوسرا تضرب تو اس میں انت ضمیر تقاضے کا کیا فائدہ؟

جواب: لا حرف ہے نہ مسند ہے نہ مسند الیہ اور تضرب مسند ہے لیکن مسند الیہ نہیں تو اس میں انت ضمیر نکالا مسند الیہ تاکہ لا تضرب کو جو کلام میں شامل کیا ہے وہ پورا ہو جائے۔

اعتراض: جسق مہمل اور دیز مقلوب زید ان کو کلام کی تعریف میں شامل نہیں ہونا چاہئے تھا کیونکہ جسق اور دیز دونوں مہمل ہیں اور کلام کی تعریف ہے کہ دو کلموں کو اسناد کے ساتھ متضمن ہے تو کلام کی تعریف اس پر صادق نہیں آ رہی۔

جواب: یہ دونوں جسق اور دیز مسند الیہ ہیں اور ھذا اللفظ کے معنی میں ہیں اور جب ھذا اللفظ کے معنی میں ہیں تو بلکل درست ہے۔

غرض مصنف علیہ الرحمۃ:-
ضربت زیداً قائماً پورا کا پورا کلام ہے کیونکہ وہ کلام کی تعریف ما تضمن کلمتین بالاسناد مطلقاً دو کلموں کو متضمن ہو۔ تو دو سے زیادہ بھی ہو سکتے ہیں۔ اسی وجہ سے فرمایا کہ ضربت زیداً قائماً کلام ہے۔

غرض صاحب المفصل:-
آپ فرماتے ہیں ضربت کلام ہے زیداً قائماً زائد ہیں کیونکہ وہ کلام کی تعریف اس طرح کرتے ہیں۔ الکلام ھو المرکب من کلمتین اسندت احدھما الی الاخری یعنی کلام وہی ہے جو دو کلموں سے مرکب ہو۔۔ لہذا زیداً قائماً زائد ہیں۔

"افتراق بین الکلام والجملۃ"

P.T.O

۲

٤٥

عند المصنف و صاحب اللباب :-

کلام اور جملہ ایک ہی ہیں مصنف علیہ الرحمہ بھی

ترادف کی طرف نظر کرتے ہیں کیونکہ کلام کی تعریف میں بالاسناد مطلقاً کہا ہے

مقصود لذاتہ کی قید نہیں لگائی۔

صاحب التسہیل :-

کلام جملہ سے اخص ہے کیونکہ انہوں نے اسناد کو مقصود لذاتہ

کے ساتھ مقید کیا ہے تو اس وقت جملہ تمام جملہ خبریہ پر صادق آئے گی۔

چاہے وہ اضافی ہو یا اوصافی ہو بخلاف کلام

بعض حواشی میں ہے کہ اسناد سے مراد جو مقصود لذاتہ ہو

تو اس وقت مصنف علیہ الرحمۃ کے نزدیک کلام بھی جملہ سے اخص ہوجائے

گا۔

سوال: ولایتاتی ای لایحصل ذالک الکلام إلا فی ضمن اسمین کی وضاحت

جواب: لایتاتی کے بعد لایحصل نکال کر بتایا۔ یتاتی یحصل کے معنی میں ہے کیونکہ

آنا۔ جانا ذوی العقول کی صفت ہے کلام کی نہیں۔

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ کلام صرف دو اسموں یا ایک اسم وفعل سے

حاصل ہوتا ہے۔

عقلاً اس کی ۶ صورتیں بنتی ہیں۔

(۱) اسم اسم کے ساتھ (۲) فعل فعل کے ساتھ (۳) حرف حرف کے ساتھ (۴) اسم فعل کے ساتھ

(۵) اسم حرف کے ساتھ (۶) فعل حرف کے ساتھ۔

تو کلام صرف پہلی اور چوتھی صورت میں حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ کلام کے لیے

مسند اور مسند الیہ ہونا ضروری ہے اسی وجہ سے دوسری دوسری

صورت میں دونوں فعل ہیں اور فعل ہمیشہ مسند بنتا ہے اس میں مسند الیہ

۰

نہیں پایا جا رہا لہٰذا کلام حاصل نہ ہوا۔ تیسری صورت میں دو حرف ہیں حرف نہ مسند بنتا ہے اور نہ ہی مسند الیہ بنتا ہے لہٰذا کلام حاصل نہ ہوا۔ پانچویں صورت میں اسم کو اگر مسند الیہ بنائیں تو مسند نہیں اگر مسند بنائیں تو مسند الیہ نہیں ہے اسی طرح چھٹی صورت میں بھی مسند تو ہے لیکن مسند الیہ نہیں ہے۔

اعتراض: آپ نے کہا کلام صرف اسم و اسم یا فعل و اسم سے حاصل ہوتا ہے مگر یا زید میں حرف اور اسم سے کلام حاصل ہو رہا ہے؟

جواب: اس میں اسم اور حرف کی ترکیب نہیں ہے بلکہ فعل و اسم کی ترکیب ہے وہ اسم جو ادعو میں انا ضمیر مخفی ہے اور یا زید ادعو زید کے قائم مقام ہے۔

ومن خواصہ: جمع کا صیغہ اس لیے لائے کہ اسم کے خواص بہت زیادہ ہیں چند ذکر کیے جاتے ہیں۔

اسمیں من تبعیضیہ ہے۔ یہاں پر بعض ذکر ہونگے

خاصہ کی تعریف: وہ شئ جو کسی شئ سے خاص ہو دوسری چیزوں میں نہ پایا جائے۔

خاصہ کی اقسام: دو ہیں۔

① **شاملہ:** جو تمام افراد کو شامل ہو جیسا وہ خاصہ ہے جیسے کاتب بالقوۃ انسان کے لیے۔

② **غیر شاملہ:** جو تمام افراد کو شامل نہ ہو جیسا وہ خاصہ ہے جیسے کاتب بالفعل انسان کے لیے

اسم کے خواص دو ہیں ① لفظی - معنوی۔

(1) دخول اللام:

لام تو فعل پر بھی داخل ہوتا ہے جیسے لیضرب مگر یہاں پر لام تعریف مراد ہے۔

اعتراض: شارح کو دخول حرف کہنا چاہیے تھا تاکہ میم بھی شامل ہو جاتا جیسے حدیث میں ہے لیس من امبر امصیام فی امسفر؟ اگر میم تعریف کے لیے نہ ہو تو آپ حضور علیہ السلام ذکر ہی کیوں استعمال فرمایا؟

جواب: میم کا حرف تعریف ہونا مشہور نہ تھا اسلیے میم کو ذکر نہیں فرمایا۔ اور حضور علیہ السلام نے میم کو اسلیے ذکر فرمایا کہ حضور علیہ السلام جس شخص سے مخاطب تھے اس نے بھی میم کے ساتھ کلام کیا تھا تو بطور سمجھانے کے میم استعمال کیا۔

الف و لام کے تعریف ہونے میں اختلاف:

اس میں چند نحاۃ کا اختلاف ہے کہ آیا الف تعریف کے لیے ہے یا لام یا دونوں۔

(1) امام سیبویہ: صرف لام ہی تعریف کے لیے ہے الف اس لیے لگایا ہے ساکن سے ابتدا محال ہے۔

(2) امام خلیل کا مذہب: الف لام دونوں تعریف کے لیے ہیں۔

(3) المبرد: ہمزہ مفتوحہ اکیلا تعریف کے لیے ہے لام اس وجہ سے لگایا تاکہ ہمزہ استفہام اور ہمزہ تعریف کے درمیان فرق بیان ہو جائے۔

س: حرف تعریف کو اسم کے ساتھ کیوں کیا؟

جواب: جواب سے پہلے چند چیزوں کا سمجھنا ضروری ہے۔ معنیٰ مستقل بالمفہوم کے اندر دو چیزیں پائی جاتی ہیں۔

(1) اپنی معنیٰ پر بذات خود دلالت کرنا (2) اس کا دوام و استمرار ہونا۔ اور یہ اسم کے اندر مطابقی طور پر پائی جاتی ہیں جبکہ فعل کے اندر تضمنی اور حرف پر التزامی طور پر پائی جاتی ہیں۔

(2) لام معنیٰ مستقل بالمفہوم کی تعیین کے لیے آتا ہے اور معنیٰ مستقل بالمفہوم صرف اسم کے ساتھ خاص ہے۔

★ دخول اللام اسم کا خاصہ شاملہ نہیں غیر شاملہ ہے کیونکہ حرف تعریف ضمائر، اسماء اشارہ، موصولہ وغیرہ پر داخل نہیں ہوتا۔

(۳) دخول الجر: جر سے پہلے دخول کا مثال کو بتایا۔ جر کا عطف دخول کے مدخول پر ہے نہ کہ دخول پر

س: جر کے دخول کو اسم کے ساتھ خاص کیوں کیا؟

جواب: حرف جر موثر ہے جس کے ساتھ لفظی یا تقدیری اعراب دیا جاتا ہے اور جر بھی اثر ہے تو جب موثر اسم کے ساتھ خاص ہے تو اثر بھی اسم کے ساتھ خاص ہونا چاہیئے۔

س: حرف جر (لفظی۔ تقدیری) اسم کے ساتھ خاص کیوں کیا گیا ہے؟

جواب: کیونکہ حرف جر کی وضع ہی اسلیے کیا گیا ہے۔ وہ فعل کی معنیٰ کو اسم تک پہنچائے جیسے مررت بزید تو اگر اسم کے ساتھ خاص نہ کریں تو خلاف وضع لازم آئے گا۔ جیسے ضرب بجزت یا ضرب بمن وغیرہ جو کہ نا جائز ہے تو چاہیئے کہ اسم پر داخل ہو تاکہ فعل کی معنیٰ کو اسم تک پہنچائے۔

س: واما الاضافۃ لفظیہ فنی نوع لمعنویۃ عبارت کی وضاحت کریں؟

جواب: عند الجمہور مسئلہ یہ ہے کہ اضافۃ لفظیہ میں حرف جر مقدر بھی نہیں ہوتا تو مضاف الیہ کو کسرہ کون دیتا ہے۔ تو اس کا جواب ملا کہ اضافۃ لفظیہ میں بھی حرف جر مقدر ہوتا ہے کیونکہ اضافۃ لفظیہ اضافۃ معنویہ کی فرع ہے تو فرع اصل کے مخالف نہ ہونا چاہیئے اگر حرف جر نہ مانے تو مخالفت کی دو صورتیں لازم آتی ہیں۔

(۴) دخول التنوین: تنوین ترنم کے علاوہ باقی (۴) چاروں اقسام اسم کا خاصہ ہیں۔ کیونکہ تنوین ترنم کبھی کبھار فعل پر بھی آجاتی ہے جس کا ذکر عنقریب آئے گا

(۵) الاسناد:

اسناد کا عطف دخول پر ہے نہ کہ دخول کے مدخول پر اسلیے اسناد پر رفعہ پڑھیں گے کیونکہ دخول سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ لفظ کی ابتداء میں حروف کو بڑھانا۔ اگر دخول کو لحوق کے معنیٰ میں لیں تو لحوق کا مطلب ہوتا ہے آخر میں ملانا اور دخول اور لحوق الفاظ کی صفت ہے اور اسناد و اضافت معنیٰ کی صفت ہے تو دخول ولحوق دونوں اضافت و اسناد میں مستغنی ہے لھذا اس لیے دخول پر عطف کیا۔

اسناد :- اسناد سے مراد کسی چیز کا مسند الیہ ہونا۔

سؤ: اسناد کو اسم کے ساتھ خاص کیوں کیا؟

جواب: کیونکہ حرف میں تو اسناد ہوتی نہیں ہے اور فعل کو اسلیے وضع کیا گیا ہے کہ وہ ہمیشہ مسند بنے اگر فعل کو مسند الیہ بنائیں تو خلاف وضع لازم آئیگا۔

الاضافۃ :- اضافۃ سے مراد کسی شئی کا مضاف ہونا حرف جر کے مقدر ماننے کے ساتھ۔

س: اضافۃ کی تقدیر کسی شئی کا مضاف الیہ ہونا کیوں کی؟

جواب: کیونکہ جملہ اور فعل بھی کبھی کبھار مضاف الیہ بن جاتے ہیں جیسے یوم ینفع الصادقین صدقھم مگر بعض نے ینفع کو مصدر کی تاویل میں لیا ہے یعنی یوم نفع الصادقین صدقھم۔

سوال: اضافۃ کو اسم کے ساتھ خاص کیوں کیا؟

جواب: کیونکہ صفت کے جو لوازمات ہیں تعریف، تخصیص، تخفیف وہ اسم کے ساتھ خاص ہیں تو اس لوازمات کے خاص ہونے کی وجہ سے اضافت کو بھی اسم کے ساتھ خاص کیا گیا۔

سؤ: تقدیر حرف جر کی قید کیوں لگائی؟

جواب: تاکہ مررت بزید کی مثال سے ہمارا قاعدہ نہ ٹوٹ جائے کیونکہ مررت بزید میں مررت بھی مضاف ہے جیسا کہ زید کی طرح مگر حرف جر کے واسطے سے۔

و ھو ای الاسم معرب و مبنی

اسم ثانی کی ھو کا مرجع بتایا کہ معرب اور مبنی اسم کی اقسام ہیں۔

س: کافیہ کی عبارت میں و ھو معرب میں ھو مبتدا ہے اور معرب خبر واقع ہو رہا ہے لیکن یہ درست نہیں کیونکہ ھو کا مرجع اسم ہے اور وہ عام ہے جبکہ معرب خاص ہے کیونکہ ہر معرب اسم نہیں ہوتا اور خاص کا حمل عام پر ناجائز ہے جیسے الحیوان انسان کہنا درست نہیں۔

جواب: ① اسکے دو جواب ہیں۔
صرف خبر فقط معرب نہیں بلکہ بحد عطف کی صورت میں معرب اور مبنی

دونوں خبر ہیں لھذا خاص کا حمل عام پر نہ ہوا۔

② نحو کی خبر معرب نہیں محذوف ہے۔ جیسا کہ شارح علیہ الرحمہ نے اسکی خبر قسمان نکالی ہے۔

اعتراض علی جواب الثانی: قسمان کو نحو کی خبر بنانا جائز نہیں کیونکہ نحو واحد ہے اور جبکہ قسمان تثنیہ ہے۔

جواب جب مبتدا میں عموم ہو (اگرچہ واحد ہو) تو اسکی خبر تثنیہ لانا جائز ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ کتاب البخاری جلدان۔ کتاب البخاری واحد ہے اور جلدان خبر تثنیہ ہے اور یہ جائز ہے۔

اسیطرح نحو سے مراد مطلقاً اسم ہے نہ کہ کوئی مخصوص اسم لھذا نحو میں عموم کی بنا پر قسمان کو خبر بنانا جائز ہے۔

سؤال معرب کو مبنی پر مقدم کرنے کی وجہ بیان کریں؟

جواب اسکے دو جواب ہیں۔

① معرب کا مفہوم عدمی ہے کہ اسمیں مبنی کے مشابہ نہ ہونے کا ذکر ہے جبکہ مبنی کا مفہوم وجودی ہے اور مفہوم عدمی مفہوم وجودی پر طبعاً مقدم ہوا کرتا ہے۔ اور معرب کو ذکر میں بھی مقدم کیا گیا تاکہ وضع طبع کے موافق ہو جائے۔

② اسماء کے اندر اصل اعراب ہے تو اصل کا اعتبار کرتے ہوئے معرب کو مقدم کیا۔

سؤال اسم کی معرب اور مبنی کی طرف تقسیم تقسیم الکلی الی الجزئی ہے یا تقسیم الکل الی الجزء ہے؟

جواب یہ تقسیم تقسیم الکلی الی الجزئی کے قبیل سے ہے کیونکہ اسم معرب و مبنی دونوں کے اندر پایا جاتا ہے۔

کلی کی تقسیم جزئی کی طرف ہو تو کلی کا اپنی تمام جزئیات کے اندر پایا جانا ضروری ہے۔ جیسا کہ کلمہ اپنی تینوں جزئیات اسم، فعل اور حرف میں پایا جاتا ہے جبکہ کل اپنے اجزاء کے اندر نہیں پایا جاتا جیسے سکنجبین کا اطلاق سرکہ پر نہیں ہو سکتا، گھر کا اطلاق ایک اینٹ پر نہیں ہو سکتا، کلوکلام کا اطلاق کلام پر نہیں ہو سکتا۔ فافہم بالتامل۔

معرب و مبنی کی وجہ حصر:

اسم اپنے غیر کے ساتھ مرکب ہوگا یا نہیں، نہ ہو تو مبنی جیسے زید۔

اگر مرکب ہو تو دو حال سے خالی نہ ہوگا۔ وہ ترکیب عامل کے ساتھ ہوگی یا نہیں



نہ ہو تو مبنی جیسے غلام زید میں غلام اگر ترکیب عامل کے ساتھ ہو تو
ابھی دو حال سے خالی نہ ہوگی وہ اسم مبنی الاصل کے مشابہ ہوگی یا نہیں
ہو تو مبنی نہ ہو تو معرب ہے

فالمعرب الذی ہو قسم من الاسم

(المعرب المرکب) الذی ہو قسم من الاسم اس قید سے فعل مضارع
نکال دیا کیونکہ وہ بھی معرب ہوتا لیکن یہاں اسکی بحث نہیں ۔

المرکب :- مرکب سے مراد وہ اسم جسکو کسی غیر کے ساتھ ترکیب دی گئی ہو
ایسی ترکیب جسکے ساتھ عامل متحقق ہو ۔

یہاں تک تعریف کرنے سے قام ھؤلاء، وضرب زید میں ھؤلاء اور زید
معرب میں داخل ہیں ۔ بخلاف اسکے جسکو بالکل ترکیب نہ دی گئی ہو جیسے
اسماء معدودہ نحو الف ۔ باء ۔ تا ۔

یا ترکیب ایسی دی گئی ہو جسکے ساتھ عامل متحقق نہ ہو جیسے غلام زید
میں غلام یہ تمام مبنیات کے قبیل سے ہیں ۔

الذی لم یشبہ ای لم یناسب مناسبۃ مؤثرۃ فی منع الاعراب ۔

لم یناسب نکال کر بتایا کہ لم یشبہ لم یناسب کے معنی میں ہے معرب
کی مبنی الاصل کے ساتھ چاروں مناسبتوں میں سے کوئی مناسبت نہ پائی جائے
تو معرب ہے۔

مؤثرۃ الخ

یہاں سے ایک اعتراض کا جواب دیا جا رہا ہے وہ اعتراض یہ ہے کہ وہ اسم
جو مبنی الاصل کے ساتھ مشابہت رکھتا ہو تو پھر کلمہ فی کلمہ معرب نہیں
رہے گا۔ کیونکہ جیسے معرب کلمہ ہے اور مبنی بھی کلمہ ہے تو اس کا جواب دیا کہ
وہ ایسی مناسبت نہ ہو جو اعراب کے منع کرنے میں مؤثر ہو۔

مبنی الاصل :- مبنی الاصل سے مراد جو مناسب اصل ہو مبنی الاصل
میں اضافت بیانیہ ہے۔

مبنی الاصل سے مراد تین چیزیں ہیں (۱) ماضی (۲) امر بغیر لام کے یعنی

مناسبت کی چار قسمیں ہیں (۱) مناسبت فی الماھیۃ (۲) مناسبت فی الشکل
(۳) مناسبت فی الوصف (۴) مناسبت فی المعنی

امر غائب معروف (۳) تمام صرف ۔

مبنی الاصل کی قید سے ہؤلاء کی مثل نکل جائے گا کیونکہ یہ مبنی الاصل کے مشابہ نہیں ہے ۔

معرب کی دو قسمیں ہیں ۔

(۱) معرب لغوی (۲) معرب اصطلاحی

(۱) معرب لغوی :- مطلب اعراب دیا ہوا یہ بالاتفاق معرب ہے ۔

اختلاف معرب اصطلاحی میں ہے

عند عبدالقاہر و صاحب الکشاف :- معرب اصطلاحی میں اعراب کے مستحق ہونے کی صرف صلاحیت ہونا ضروری ہے اگرچہ بالفعل مستحق اعراب نہ ہو ۔ جیسے زید یہ ان کے نزدیک معرب ہے کیونکہ وہ معرب کی تعریف میں مرکب کی قید نہیں لگاتے ۔

صاحب کافیہ :- معرب اصطلاحی میں اعراب کی صلاحیت کے ساتھ ساتھ بالفعل مستحق ہونا بھی ضروری ہے تو یہی وجہ ہے کہ صرف زید مبنی ہے کیونکہ صلاحیت تو ہے لیکن مستحق اعراب بالفعل نہیں ہے کیونکہ صاحب کافیہ نے معرب کی تعریف میں مرکب کی قید لگائی ہے ۔

نوٹ :- مستحق اعراب کے ساتھ ساتھ بالفعل اس پر اعراب بھی آئے یہ ضروری نہیں یعنی اس کا کسی نے بھی اعتبار نہیں کیا ۔ جیسے موسیٰ

سوال : مصنف علیہ الرحمۃ نے جمہور کی تعریف سے عدول کیوں فرمایا ؟

جواب : جمہور کی تعریف سے تقدم الشئ علی نفسہ یعنی دَور لازم آرہا ہے ۔ اور تقدم الشئ علی نفسہ باطل ہے اور جو چیز باطل کو مستلزم ہو وہ خود باطل ہوا کرتی ہے لہذا معرب کی تعریف کا اختلاف آخرہ باختلاف العوامل کے ساتھ کرنا باطل ہے اسی وجہ سے مصنف علیہ الرحمہ نے جمہور کی تعریف سے عدول کیا ۔

تقدم الشئ علی نفسہ کی تفصیل

اس کی تفصیل سے پہلے چند کلمات کا جاننا ضروری ہے ۔

لغت عرب کی معرفت حاصل کرنے کے لیے تین طریقے ہیں

(۱) تتبع لغت عرب (۲) سماع من العرب (۳) علم نحو

ایسا شخص جس نے لغت عرب میں تتبع اور جستجو نہ کی ہو اور نہ ہی اس نے اہل عرب سے سن کے عربی سیکھی ہو تو ایسے شخص کو تو وہی علم نحو کی چاہت ہے۔

تو اب ایسے شخص سے بیان کیا جائے کہ المعرب ما اختلف آخرہ باختلاف العوامل نحو جاءنی زید کیونکہ وہ شخص علم نحو سے جاہل ہے تو وہ پوچھے گا کہ زید کا آخر مختلف کیوں ہوا تو جواب دیا جائے گا کہ زید معرب ہے اسی وجہ سے اسکا آخر مختلف ہوا تو وہ کہے گا کہ معرب کیا ہے تو بھی یہی جواب دیا جائے کہ معرب وہ ہے جسکا آخر مختلف ہو یعنی معرب کے اندر دو چیزیں ہیں۔

(۱) ذات (۲) وصف

معرب کا آخر مختلف ہونا اسکی وصف ہے اور قانون کے مطابق ذات وصف سے پہلے ہوا کرتی ہے اور جمہور کی تعریف کے مطابق اختلاف آخر (وصف) کی معرفت معرب کی معرفت پر موقوف ہے اور معرب کی معرفت تعریف مشہور کے مطابق اختلاف آخر پر موقوف ہے اور یہی دور ہے دور کہتے ہیں کہ شئی اول شئی ثانی پر موقوف ہو اور شئی ثانی شئی اول پر موقوف ہو۔

(س) من لم یتتبع الخ عبارت کی وضاحت کریں؟

جواب: یہ ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ جو لغت عرب کو جانتا ہو یا اس نے عرب سے سن سن کر معرفت حاصل کر لی ہو اس لیے کلمہ کے احوال کے آخر کو جاننا ضروری تو نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اس کے لیے ہے جس نے تتبع لغت عرب نہ کیا ہو اور نہ ہی ان سے سن سن کر معرفت حاصل کر لی ہو یعنی ان سے جاہل تو کے لیے ہے یہ۔

منطقی انداز میں سمجھیے:

قاعدہ عند الجمہور: المعرب ما اختلف آخرہ باختلاف العوامل۔

دعویٰ: زید ما اختلف آخرہ باختلاف العوامل

صغریٰ: لانہ معرب (ای اختلف آخرہ باختلاف العوامل)۔

کبریٰ: وکل معرب (ای اختلف آخرہ باختلاف العوامل) ما اختلف آخرہ باختلاف العوامل

نتیجہ: فزید ما اختلف آخرہ باختلاف العوامل

س: لا فائدۃ لہ معتدا بها الخ اس عبارت کی وضاحت کریں؟

ج: یہ ایک مقدر اعتراض کا جواب ہے وہ اعتراض یہ ہے کہ جس نے تتبع لغت عرب کیا یا سماع من العرب سے معرفت حاصل کرلی ہو تو اس کو جزئیات یعنی کلمہ کے متعلق تو معلوم ہو گیا لیکن اس کو کلیات یعنی اصطلاحات کا علم تو حاصل نہیں ہوا تو جواب دیا کہ کلیات کا علم حاصل کرنا ضروری ہے لیکن جس نے جزئیات کا علم حاصل کر لیا اس کو کلیات کا علم حاصل کرنا کوئی فائدہ مند نہیں کیونکہ کلیات کا علم جزئیات کے لیے ہی تو حاصل کیا جاتا ہے۔

تکملہ:

آثارہ المترتبہ علیہ من حیث هو معرب

س: کلمہ کی وضاحت آثارہ سے کرنے کی وجہ مصنف علیہ الرحمہ تحریر فرمائیں۔

ج: آثارہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ کلمہ کی جو چار قسمیں ہیں ان میں سے تین کو خارج کرنے کے لیے کلمہ کہا وہ چار قسمیں یہ ہیں۔

تو نتیجہ عین صغریٰ ہوا حالانکہ نتیجہ صغریٰ پر موقوف ہوتا ہے اور موقوف علیہ پہلے اور موقوف بعد میں ہوتا ہے۔ جبکہ اس مقام پر دونوں ایک ہوگئے تو ایک چیز اپنے اوپر موقوف ہو یہی تقدم الشئ علی نفسہ ہے۔

عند صاحب کافیہ: المعرب المرکب الذی لم یشبہ مبنی الاصل

دعویٰ: زید ما اختلف آخرہ باختلاف العوامل۔

صغریٰ: لانہ معرب (المرکب الذی لم یشبہ مبنی الاصل)

کبریٰ: کل معرب (المرکب الذی لم یشبہ مبنی الاصل) ما اختلف آخرہ باختلاف العوامل۔

نتیجہ: زید ما اختلف آخرہ باختلاف العوامل

تو یہاں پر نتیجہ میں صغریٰ نہیں بلکہ نتیجہ صغریٰ پر موقوف ہے اور موقوف علیہ موقوف پر مقدم ہوا کرتا ہے یعنی پہلے موقوف علیہ بعد میں موقوف ہوا کرتا ہے تو اس مقام پر (زید المرکب الذی لم یشبہ مبنی الاصل) پہلے اور نتیجہ یعنی زید ما اختلف آخرہ باختلاف العوامل بعد میں ہے اور یہ بالکل درست ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ کے خطاب کو بھی کلمہ کہتے ہیں (۲) مثبت ثبوتیہ خبریہ کے ادعان کو بھی کلمہ کہتے ہیں (۳) اسناد کو بھی کلمہ کہتے ہیں جو مسند اور مسند الیہ کے درمیان ہوتی ہے۔ (۴) کسی چیز کے آثار کو بھی کلمہ کہتے ہیں

تو یہاں پر نہ تو اللہ تعالیٰ کا خطاب ہے نہ ہی منطق کی بات ہے اور نہ ہی یہاں پر مسند اور مسند الیہ ہیں لہٰذا کلمہ سے مراد آثار ہی ہیں جو کسی شئی پر مرتب ہوں۔

متن: من حیث ھو معرب کی زیادتی کیوں؟

جواب: یہ الفاظ اس لیے کہے ہیں کہ بعض اوقات کلمہ معرب نہ ہونے کے باوجود بھی اس کا آخر بدلتا ہے جیسے فیہ، منہ وغیرہ تو یہ فرمایا کہ معرب کا جو آخر مختلف ہو وہ اس حیثیت سے ہو کہ وہ معرب ہو۔

یختلف آخرہ: آخرہ سے مراد وہ حرف جو معرب کے آخر میں ہو چاہے وہ اختلاف ذاتی ہو یا اختلاف صفتی ہو۔

اختلاف ذاتی: حرف کو حرف سے بدلنا وہ چاہے حقیقی ہو یا حکمی ہو جبکہ اس کا اعراب اعراب بالحروف ہو۔

ذاتی حقیقی کی مثال: جاء ابوک رأیتُ اباک مررت بأبیک۔

ذاتی حکمی کی مثال: رأیتُ رجلین مررت برجلین۔

اختلاف صفتی: صفت کو صفت سے بدلنا وہ چاہے حقیقی ہو یا حکمی ہو جبکہ اس کا اعراب اعراب بالحرکت ہو۔

صفتی حقیقی کی مثال: جاء زیدٌ رأیتُ زیدًا مررت بزیدٍ

صفت حکمی کی مثال: رأیتُ احمد مررت باحمد

باختلاف العوامل: اس میں باء سببیہ ہے۔

متن: بسبب اختلاف العوامل الداخلۃ علیہ فی العمل اس عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب: معرب کا جو آخر مختلف ہو وہ ایسے عوامل کے مختلف ہونے کے سبب ہو جو فی العمل اس پر داخل ہونے والے ہوں۔

اور فی العمل کی قید اس لیے لگائی کہ اِنَّ زیدًا مضروب، و انی ضربت زیدًا، و انی ضارب زیدًا۔ جیسی مثالوں سے ہمارا قاعدہ نہ ٹوٹ جائے

کیونکہ ان مثالوں میں عوامل مختلف ہیں ایک حرفیہ دوسرا فعلیہ تیسرا اسمیہ عامل ہیں لیکن لیکن معرب کا آخر مختلف نہیں ہورہا فوق العمل بیان کرکے بتایا کہ عمل میں مختلف ہوں۔

اعتراض: عوامل جمع ہے اور یہ دو سے زائد پر بولا جاتا ہے حالانکہ جاء نی زید اور رایت زیدا میں صرف دو عامل ہونے کے باوجود آخر مختلف ہوگیا؟

جواب: ① نحو کے اکثر تعریفات اور کلام میں سے بھی جمع کا صیغہ ہو تو وہ ما فوق الواحد مراد ہوتا ہے۔

العوامل میں الف لام جنسی ہے اور جب الف لام جنسی جمع پر داخل ہوں تو جمعیت کو ختم کر دیتا ہے اور جب جنسی ہو تو اسکا اطلاق واحد اور جمع پر ہوتا ہے۔

لفظا و تقدیرا: ان کے اعراب کی وضاحت۔

① ان کا اعراب مصدر مطلق کی بناپر منصوب ہے اور اس سے پہلے اختلاف مضاف محذوف نکلے گا محذوف الیہ نکالا تاکہ اس اعتراض سے بچ جائیں کہ لفظا و تقدیرا کا پہلے نہ ہم معنی ہے اور نہ ہم لفظ موجود ہے تو اسکو مفعول مطلقا ماننا درست نہیں اسی وجہ سے ان سے پہلے اختلاف نکالنا جائز ہے تو یہ اس طرح ہوا یختلف آخرہ اختلاف لفظ و تقدیر اختلاف کو حذف کرکے ان پر نصب پڑھنا بھی جائز ہے۔

② ان کا اعراب تمیز کی بناپر ہے یعنی آخرہ ممیز اور لفظ و تقدیر تمیز ہے یعنی کہ یہ اس طرح ہوگا یختلف لفظ آخرہ و تقدیر آخرہ

لفظا مختلف ہونا کی مثال: جاءنی زید۔ رایت زیدا مررت بزید

تقدیر کی مثال: جاءنی فتیٰ رایت فتیً مررت بفتیً۔

اقسام کی تفصیل

اختلاف لفظی کی دو قسمیں ہیں ① حقیقی ② حکمی

اور اختلاف تقدیری کی بھی دو قسمیں ہیں ① حقیقی ② حکمی

پھر ان چاروں قسموں کی دو دو قسمیں ہیں ایک ذاتی دوسرا صفتی اس طرح یہ آٹھ اقسام ہوجائیں گے۔

P.T.O

امثلہ

① اختلاف لفظی ذاتی حقیقی: جاءنی ابوک۔ رایت اباک۔ مررت بابیک

② اختلاف لفظی ذاتی حکمی: رَأَیتُ مسلمین۔ مررت بمسلمین

③ اختلاف تقدیری ذاتی حقیقی: جاءنی ابو القوم۔ رَأَیتُ ابا القوم۔ مررت بابی القوم

④ اختلاف تقدیری ذاتی حکمی: رَأَیتُ مسلمیّ القوم۔ مررت بمسلمیّ القوم

⑤ اختلاف لفظی بمعنی حقیقی: جاءنی زیدٌ۔ رایتُ زیدًا۔ مررت بزیدٍ

⑥ اختلاف لفظی بمعنی حکمی: رَأَیتُ عُمَرَ۔ مررت بعمرَ

⑦ اختلاف تقدیری بمعنی حقیقی: جاءنی فتًی۔ مررت بفتًی۔ رَأَیتُ فتًی

⑧ اختلاف تقدیری بمعنی حکمی: رَأَیتُ حبلیٰ۔ مررت بحبلیٰ۔

اعتراض: ہم دیکھتے ہیں کہ بعض اسماء مرکب ہوتے ہیں اور ترکیب بھی عامل کے ساتھ ہوتی ہے اور وہ مبنی الاصل کے مشابہ بھی نہیں ہوتے اسکے باوجود اسکا آخر مختلف نہیں ہوتا اور نہ ہی عوامل کا اختلاف پایا جاتا ہے حالانکہ آپ نے فرمایا تھا کہ اسکا آخر عوامل کے مختلف ہونے سے مختلف ہو جاتا ہے جیسے جاءنی زید میں نہ تو اختلاف عوامل ہے اور نہ ہی اختلاف آخر معرب ہے بلکہ اسکے اندر عامل کے دخول کی وجہ سے حدوث اعراب ہے؟

جواب: دخول اعراب سے اعراب کا پیدا ہونا یہ معرب کا دوسرا حکم ہے اور اختلاف آخر دوسرا حکم ہے تو ضروری نہیں ہے کہ ایک حکم دوسرے حکم میں داخل ہو اور اس بات میں بھی کوئی حرج نہیں کہ ایک کے ایک سے زائد احکام ہوں نتیجہ یہ نکلا کہ یہ (اختلاف العوامل) حکم ھاھنا غیر شامل ہے۔

الاعراب ما ھو حرکۃ او حرف

اعتراض: اعراب کو مقدم کرنا چاہیے تھا۔ اور معرب کو مؤخر اعراب مشتق منہ ہے اور معرب مشتق اور قاعدہ ہے کہ مشتق منہ مشتق سے پہلے ہوا کرتا ہے تو اعراب کو مؤخر کرنا درست نہیں۔

جواب: اعراب کو مؤخر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ معرب ذات ہے اور اعراب معرب کی صفت ہے اور قاعدہ ہے کہ ذات صفت سے پہلے ہوا کرتا ہے لہذا معرب کو مقدم اور اعراب کو مؤخر کیا۔

اعراب کے بعد حرف اور حرکت نکالنے کی وجہ:

(1) حرف اور حرکت نکرہ نکال کر اصل بات کی طرف اشارہ ہے کہ ما موصوفہ ہے

(2) تعریف سے عامل اور معنی مقتضی کو خارج کرنے کے لیے حرفا اور حرکت نکالا ہے یعنی معرب کا جو آخر مختلف ہوتا ہے وہ عامل کی وجہ سے نہیں بلکہ حرف اور حرکت کی وجہ سے ہے

اور معنی مقتضی جیسے رایت غلامی میں میم پر جو کسرہ آیا ہے وہ حرف یا حرکت کے سبب نہیں بلکہ یا کی وجہ سے ہے۔

سوال: ما سے کیا مراد لیا ہے؟ ملحوظ کسی ہے؟

جواب: (1) اگر ما سے ما موصولہ مراد لی جائے تو آگے الحرف اور الحرکت نکالنے کے تو معنی عامل اور معنی مقتضی کا اعتراض وارد ہوگا کیونکہ وہ اس سے نکل جائیں گے

(2) اگر ما سے ما موصوفہ لیا جائے جس کا ذکر گزر چکا۔

(3) اگر ما کو عموم پر رکھا جائے تو عامل اور معنی مقتضی باسببیہ سے نکل جائیں گے کیونکہ معرب کے مختلف ہونے کا سبب اعراب۔ عامل اور معنی مقتضی میں فرق یہ ہے کہ معنی مقتضی اور عامل سبب تو ہیں لیکن سبب بعید ہیں اور اعراب سبب قریب ہے تو بہتر ہے کہ قریب سبب مراد لیا جائے تو عامل اور معنی مقتضی خود بخود نکل جائیں گے۔

اختلاف آخرہ :- آخر المعرب من حیث هو معرب ذاتاً و حقیقتاً

معرب نکال کر ضمیر کا مرجع بنایا

من حیث هو معرب کی قید لگانے کا فائدہ یہ ہے کہ غلامی کی مثال کی حرکت نکل جائے کیونکہ وہ مضاف کے اعتبار پر غلامی معرب ہے لیکن غلامی کے میم پر جو کسرہ ہے وہ اس وجہ سے نہیں کہ وہ معرب ہے بلکہ وہ یا متکلم کا ماقبل ہے اس وجہ سے کسرہ ہے۔

بہ :- باء سببیہ ہے اور ہ کا مرجع ما موصولہ ہے۔

لیدل علی المعانی المعتورۃ علیہ: یہ نہ تو اعراب کی تعریف میں شامل ہے اور نہ خارج ہے۔

سوال: لیدل۔ کس سے متعلق ہے اختلاف کی وضاحت کریں

جواب: بعض کہتے ہیں کہ یہ وضع الاعراب کے متعلق ہے [illegible]

سے سمجھا جا رہا ہے۔

بہتر قول یہ ہے کہ یہ مصنف کے قول اختلاف آمزہ کے متعلق ہے کیونکہ وضع اعراب تو حد سے خارج ہے اور کلام میں بہتر یہ ہے کہ محذوف نہ نکالے جائیں اور وضع الاعراب عبارت میں موجود نہیں۔

س علی المعانی المتواترۃ معانی سے کیا مراد ہے مع متواترۃ کی صرفی بحث؟

معانی سے مراد کسی اسم کا فاعل یا مفعول یا مضاف ہونا

متواترۃ اسم فاعل کا صیغہ ہے جس کا معنی ہے پے در پے آنے والی۔ اور اس میں واو ماقبل مفتوح ہونے کے باوجود الف سے نہیں بدلا کیونکہ یہ تفاعل یعنی تناور کے معنی میں ہے اور باب تفاعل میں واو ماقبل مفتوح کو الف سے نہیں بدلتے۔

علیہ: ہ ضمیر اسم جمع معرب ہے اور متواترۃ کے متعلق ہے

سوال علی تضمین مثل معنی الورود والاستیلاء عبارت کی وضاحت کریں؟

ج یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے وہ اعتراض یہ ہے کہ اگر متواترہ اسم مفعول ہو تو اس کا صلہ لام کے ساتھ آتا ہے لام کے بغیر آتا ہی نہیں اور اگر اسم فاعل مانے تو اس کا صلہ آتا ہی نہیں پھر علی کے ساتھ صلہ لانا کیسے درست ہوگا۔ تو اس کا جواب یہ ہے متواترہ میں ورود اور استعلاء وغیرہ کے معنی متضمن ہے یعنی متواترۃ میں ورود اور استعلاء کی معنی بھی ہوتی ہے اور ورود اور استعلاء کا صلہ علیٰ کے ساتھ لانا درست ہے

حاصل: جب متواترہ کو ورود و استعلاء کی معنی متضمن ہے تو پھر تضمین کی دو صورتیں ہیں۔

① لفظ متواترہ کو باقی رکھا جائے اور ورود و استعلاء کو حال بنایا جائے تو عبارۃ اسطرح ہوگی:-

لیدل علی المعانی المتواترۃ واردۃً ومستولیۃً۔

② لفظ متواترہ کو ہی حذف کیا جائے یعنی متواترہ کو زائد مانا جائے اور اسکی جگہ واردۃ ومستولیۃ رکھا جائے تو عبارت اسطرح ہوگی۔

لیدل علی المعانی الواردۃ والمستولیۃ علیہ۔

عبارت

سوال: اعتوروا الشئ و تداولوه الخ عبارت لانے کی غرض جامی تحریر کریں؟

جواب: اس بات پر دلیل دے رہے ہیں کہ معرب پر پے در پے آنے والے معانی علی سبیل البنایۃ یا علی سبیل البدل ہوتی ہیں علی سبیل الاجتماع نہیں آتی۔ تو اس پر دلیل دی کہ جب کوئی شخص جماعت سے لے یا جماعت ایک سے لے لیکن علی سبیل البدل کے تو اس وقت یہ کہا جاتا ہے اعتوروا الشئ وتداروا کہا جاتا ہے اور وہ معانی یعنی فاعلیت مفعولیت اضافت علی سبیل الاجتماع نہیں آتی کیونکہ ان کی معانی میں تضاد پایا جاتا ہے۔ یعنی آپس میں ضد ہیں۔

مزید وضاحت:

جب ان معانی یعنی فاعلیت مفعولیت اضافت میں تضاد پایا جاتا ہے اور یہ علی سبیل الواحد آتی ہیں تو واجب ہے کہ ان کی علامتیں یعنی اعراب بھی اسطرح ہوں یعنی علی سبیل الواحد ہوں کیونکہ یہ معانی سبب ہیں اعراب کے مختلف ہونے کا اعراب کا مختلف ہونا مسبب ہے اور قاعدہ ہے کہ سبب مسبب کا تقاضہ کرتا ہے۔

پس اصل الاعراب یعنی رفع۔ نصب۔ جر کو ان معانی یعنی فاعلیت۔ مفعولیت اور اضافت کیلئے وضع کیا گیا ہے اور اس لیے وضع کیا گیا ہے تاکہ معرب کا آخر مختلف ہو ان معانی کے مختلف ہونے کی وجہ سے۔

سوال: نفس اسم پہلے ہے یا صفت اسم پہلے ہے مع دلائل وضاحت کریں؟

جواب: نفس اسم پہلے اور صفت اسم بعد میں۔

دلیل ا: نفس اسم کے پہلے ہونے کی وجہ ہے کہ یہ دلالت کرتا ہے مسمی پر یعنی زید ذات زید پر دلالت کرتا ہے۔ اور اعراب اسکی صفت یعنی (فاعلیت مفعولیت اور اضافت) پر دلالت کرتا ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ صفت موصوف سے موخر ہوا کرتی ہے۔ لہذا معرب پہلے اعراب بعد میں ہے

اور انسب بھی یہی ہے کہ صفت یعنی (فاعلیت وغیرہ) پر دلالت کرنے والا (یعنی رفع۔ نصب جر) موخر ہوں موصوف پر دلالت کرنے والے سے۔

س: الاعراب الاصطلاحی کس سے مشتق ہے؟

جواب: ~~اس میں دو قول ہیں~~ اس میں دو قول ہیں۔

اس سوال میں تسامح ہو گیا ہے دراصل سوال یہ ہے: معرب پہلے ہے یا اعراب پہلے۔

① یہ اعراب سے مشتق ہے کیونکہ جو کوئی کسی کی وضاحت کرنا چاہے تو اس وقت اعرب کہا جاتا ہے کیونکہ اعراب ان معنیٰ کی وضاحت کرنے کے لیے آتا ہے۔

② یہ عربت معدة سے مشتق ہے کیونکہ ~~جو کوئی کسی کی وضاحت کرنا چاہے~~ ~~تو اس وقت ہو~~ جب کسی کا معدہ خراب ہو جائے تو اس وقت عربت معدة کہا جاتا ہے لیکن چونکہ اس کا معنیٰ ہے فساد تو یہ اعراب میں معنی ایسے ہوگا تو فرمایا کہ اعراب میں ہمزہ کو جب سلب کے لیے مانے گے تو اس وقت اس کا معنیٰ ہوگا ازالۃ الفساد اور اسی کے ساتھ اس اسکا نام رکھا گیا کیونکہ یہ بھی بعض معانی کو بعض کے التباس کو زائل کرنے کے لیے آتا ہے۔

سوال انواع ثلاثہ رفعاً و نصباً و جراً۔ انواع اعراب بیان کرتے ہوئے بتائیں کونسا اعراب کس کی علامت ہے اور کیوں؟

جواب اعراب کی تین قسمیں ہیں

① رفع ② نصب ③ جر

① رفع یہ فاعل کی علامت ہے اب فاعل چاہے حقیقی ہو یا حکمی ہو اور حکمی اسلئے کہا تاکہ فاعل کے ملحقات جیسے مبتدا خبر وغیرہ کو بھی شامل ہو جائے۔

اور رفع کو فاعل کی علامت اسلیے ٹھہرایا کیونکہ رفع ثقیل ہے اور فاعل قلیل ہے تو قلیل کو ثقیل دیا تاکہ برابری ہو جائے۔

② نصب یہ مفعول ہونے کی علامت ہے مفعول چاہے حقیقی ہو یا حکمی، حکمی کہا تاکہ یہ اپنے ملحقات کو بھی شامل ہو جائے۔ جیسے حال تمیز

مفعول کو نصب اسلیے دی کہ مفعول کثیر ہے اور نصب خفیف ہے تو کثیر کو خفیف دی تاکہ برابری ہو جائے۔

③ جر کو کسی شی کا مضاف الیہ ہونے کی علامت ٹھہرایا اور اس کو جر اسلیے دیا کہ مضاف الیہ کے لیے کوئی علامت رہی نہیں کیونکہ رفع فاعل اور نصب مفعول کو پہلے دے چکے تھے۔

سوال رفع نصب جر اور ضمہ فتحہ کسرہ کے درمیان فرق بیان کرتے ہوئے بتائیں کہ شارح علیہ الرحمۃ نے علم الفاعلیۃ کی علامۃ الفاعلیۃ سے

تفسیر کیونکی، نیز بتائیں کہ فاعلیت مفعولیت میں یا مصدر یہ لائے اضافۃ میں کیونکر نہ لائے؟

جواب: رفع۔ نصب۔ جر اور ضمہ، فتحہ، کسرہ کے درمیان فرق یہ ہے کہ رفع۔ نصب جر معرب کے ساتھ خاص ہیں

جبکہ ضمہ۔ فتحہ۔ کسرہ اکثر طور پر مبنی کے ساتھ آتی ہیں کبھی کبھار معرب کے ساتھ بھی آجاتی ہیں۔

یاد رہے! اعراب کا فرق بصری کرتے ہیں جبکہ کوفی اعراب کا کوئی فرق نہیں کرتے۔

علم کی تفسیر علامۃ سے کرنے کی وجہ یہ ہے کہ علم ذوی العقول کا ہوتا ہے تو فاعل وغیرہ تو ذوالعقول نہیں تو بیان کیا کہ علم سے مراد علامت ہے۔

اور اضافۃ میں یا مصدر یہ اسلیے نہیں لگائی کہ فاعل اور مفعول سے مصدری معنیٰ لینا مقصود تھا جبکہ اضافۃ بذات خود مصدر ہے مصدری معنیٰ لینے کی حاجت ہی نہیں۔

س: عامل کی تعریف بیان کرتے ہوئے بتائیں کہ یتقوم کے بعد بحصل کیوں نکالا ہے مثالوں کے ساتھ وضاحت کریں؟

جواب: عامل کی تعریف:-

العامل مابہ یتقوم المعنیٰ المقتضیٰ الاعراب

عامل وہ ہے جس کی وجہ سے معنیٰ متقوم ہو وہ معنیٰ جو اعراب کا تقاضا کرتی ہیں۔

بحصل سے ایک اعتراض مقدر کا جواب دیا ہے وہ اعتراض یہ ہے کہ یتقوم قیام سے اور قیام قعود کی ضد ہے اور یہ ذوی العقول کی صفت ہے تو معنیٰ کیلیے یتقوم استعمال کرنا درست نہیں۔ تو بحصل نکال کر بتایا کہ یتقوم بحصل کی معنیٰ میں ہے۔

عامل کی مثالیں:

جآءنی زیدٌ اس مثال میں جآء عامل ہے کیونکہ اسکے سبب زیدٌ میں فاعلیت کا معنیٰ حاصل ہو رفع کو فاعل کی علامت بنایا گیا۔

رأیتُ زیدًا اس مثال میں رأیتُ عامل ہے کیونکہ اسکی وجہ سے زیدًا میں مفعولیت کا معنیٰ پیدا ہوا تو نصب کو مفعول کی علامت بنایا گیا۔

مررتُ بزیدٍ:- اس مثال میں باء حرف جر عامل ہے جسکی وجہ سے زیدٍ پر کسرہ آیا اور اسی کے سبب اضافۃ کا معنیٰ پیدا ہوا ہے۔

① المفرد المنصرف:-

ای المفرد الذی لم یکن مثنیً ولا مجموعًا ولا غیر منصرف.

○ ترجمہ و وضاحت کی جائے

① ترجمہ:- وہ مفرد جو نہ تثنیہ ہو اور نہ ہی جمع ہو اور نہ غیر منصرف یعنی مفرد منصرف ہو۔

اور لم یکن سے ایک سوال کا جواب دیا ہے وہ سوال یہ ہے یہاں مفرد کون مراد ہے کیونکہ ایک تو مفرد مرکب کے مقابلے میں ہوتا ہے اور ایک مفرد جملہ کے مقابلے میں ہوتا ہے۔ اور ایک مفرد تو مضاف کے مقابلے میں ہوتا ہے اور کوئی تو تثنیہ اور جمع کے مقابلے میں ہوتا ہے تو یہاں مفرد کون سا مراد ہے۔ تو جواب دیا کہ یہاں وہ مفرد مراد ہے جو تثنیہ اور جمع کے مقابلے میں ہو۔

② الجمع المکسر المنصرف:- جمع مکسر سے مراد وہ جمع جس کسی واحد کی بنا سلامت نہ رہے اور منصرف سے مراد جو غیر منصرف نہ ہو۔

اعراب:- ان دونوں قسموں کا اعراب اپنی اصل پر آئے گا یعنی حالت رفعی ضمہ سے حالت نصبی فتحہ سے حالت جری کسرہ سے۔

اصل اعراب آنے کی وجہ:- ایک وجہ تو یہ ہے کہ اعراب کی اصل یہی ہے کہ اعراب اعراب بالحرکت ہو تو اسلئے اعراب بالحرکت دیا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ جب اعراب بالحرکت ہو تو اصل یہ ہے کہ وہ تینوں حالتوں میں اسطرح ہو کہ حالت رفعی ضمہ سے حالت نصبی فتحہ سے حالت جری کسرہ سے۔

سوال بالضمہ رفعًا الخ عبارت میں رفع کے اعراب کی وضاحت کریں مع ترجمہ کریں؟

جواب ① رفعًا میں نصب مفعول فیہ کی بنا پر ہے لیکن یہ اس وقت ہوگا جب اس سے پہلے مضاف مقدر مانیں گے۔ تو رفعًا سے پہلے حالۃ مضاف نکالا تو اس صورت میں ترجمہ یوں ہوگا۔

ان دونوں میں اعراب دیا جائے گا رفع کی حالت میں ضمہ کے ساتھ۔

اس میں دو احتمال اور بھی ہیں۔

② رفعًا منصوب حال کی بنا پر ہے اور یہ معربان کی ھما ضمیر سے حال بنے گا۔

ترجمہ:- وہ دونوں معرب ہیں اس حال میں کہ رفع ضمہ کے ساتھ وغیرہ۔

③ مفعول مطلق بھی بنا سکتے ہیں لیکن اس سے پہلے اعراب مصدر مضاف

نحوی

تحلی کالفی اعراب الرفع ترجمہ:۔

وہ دونوں معرب ہیں۔ رفع کا اعراب ضمہ کے ساتھ

③ جمع المونث السالم :۔ جمع مؤنث سالم سے مراد وہ مؤنث جس کے آخر میں الف اور تاء ہو الف اور تاء اسلیے ہے کہا یہ احتراز کیا ہے جمع مکسر سے۔

جمع مؤنث سالم:۔

حالت رفعی ضمہ سے حالت نصبی و جری دونوں کسرہ سے۔

اس میں نصب کو جر کے تابع کیا گیا ہے یعنی جب حالت جری میں کسرہ ہے تو اسکی اتباع کرتے ہوئے نصبی حالت میں بھی کسرہ دیا۔ تابع کرنے کی وجہ یہ ہے جمع مؤنث سالم جمع مذکر سالم کی فرع ہے اور جمع مذکر سالم میں بھی نصب جر کے تابع ہے تو اصل کا اعتبار کرتے ہوئے اس میں بھی نصب کو جر کے تابع کیا۔

مثال :۔ جاءتنی مسلماتٌ رایتُ مسلماتٍ مررتُ بمسلماتٍ

④ غیر المنصرف بالضمۃ رفعًا والفتحۃ :۔

غیر منصرف کی حالت رفعی ضمہ سے حالت نصبی اور جری دونوں فتحہ سے اس میں جر نصب کے تابع ہے (غیر منصرف کی تفصیلی بحث صفحہ ۔۔۔ پر ملاحظہ ہو)

⑤ اسماء ستہ مکبرہ کا اعراب مع شرائطھا و وضاحت کریں ؟۔

اَخُوکَ وَ اَبُوکَ وَحَمُوکَ :۔

اَبٌ اَخٌ دونوں مذکر و مؤنث کی مخاطب کی ضمیر کی طرف مضاف ہو سکتے ہیں لیکن حم صرف مؤنث کی مخاطب ضمیر کی طرف مضاف ہوگا۔ کیونکہ حم کہتے ہی عورت کے ان قریبی رشتہ داروں کو ہیں جو شوہر کی جانب سے ہوں تو اس کی ~~مذکر کی طرف ضمیر~~ مذکر ضمیر مخاطب کی طرف اضافت نہیں کی جائے گی۔ ۔

ھَنُوکَ :۔ اسکی مذکر و مؤنث دونوں کی ضمیر کی طرف اضافت ہو سکتی ہے اور ھن اس نا پسندیدہ چیز کو کہتے ہیں جس کا ذکر نا پسندیدہ ہو جیسے العورۃ الغلیظۃ و الصفات الذمیمۃ والافعال القبیحۃ

یہ چار دو اسماء (اخٌ ۔ ابٌ ۔ حمٌ ھنٌ) اسماء منقوصات ہیں یعنی آخری حرف علت ہے

(61)

سوال: جمع المذکر السالم المراد بہ ما سمی بہ اصطلاحًا وھو الجمع بالواو والنون۔
ترجمہ، مقدر اعتراضات کے جواب بھی دیں؟

جواب: ترجمہ: جمع مذکر سالم سے مراد جسکو اصطلاحًا جمع مذکر سالم کہا جاتا ہے اور وہ جمع ہے جو واؤ اور نون کے ساتھ ہو۔
اس عبارت میں دو اعتراضوں کے جواب ہیں وہ دونوں اعتراض یہ ہیں۔
① ارضون اور سنون جمع مذکر سالم نہ ہونے کے باوجود اس کا اعراب بالحروف یعنی واؤ نون کے ساتھ آتا ہے کیوں؟
② مرفوعات منصوبات مجرورات جمع مذکر سالم ہونے کے باوجود بھی ان کا اعراب واؤ اور نون کے ساتھ کیوں نہیں آتا؟
ان دونوں اعتراضوں کے جواب ما سمی بہ اصطلاحًا سے دیئے کہ جمع مذکر سالم سے مراد وہ جمع ہے جسکو اصطلاحًا جمع مذکر سالم کہا جاتا ہے

سوال: وما الحق بہ وھو اُلو جمع دو لا عن لفظہ وعشرون واخواتھا عبارت کی وضاحت کریں۔ نیز دھائیاں جمع ہیں یا نہیں مع دلائل وضاحت کریں۔

جواب: وما الحق کا عطف ہے جمع مذکر سالم پر یعنی جمع مذکر سالم اور جو اسکے ملحقات ہیں اور وہ الو ہے تو اس پر ایک اعتراض ہوا کہ الو جمع جمع ہے تو اسکو جمع مذکر سالم کے ملحقات میں کیوں شمار کیا Direct جمع مذکر سالم کہتے تو اس کا جواب یہ دیا کہ یہ اسکی حقیقی جمع نہیں ہے بلکہ یہ مجازًا جمع ہے۔
عشرون: عشرون کا عطف بھی جمع مذکر سالم پر ہے۔
اخواتھا: اخواتھا کی تفسیر شارح علیہ الرحمہ نے نظائرھا سے کی کیونکہ اخوۃ یہ ذوی العقول ہیں دھائیاں غیر ذوالعقول ہیں تو نظائرھا نکال کر بتایا کہ اخوۃ سے مراد نظائر ہیں۔
"ان تینوں کا یعنی عشرو اخواتھا۔ الو جمع مذکر سالم حالت رفعی واؤ سے حالت نصبی وجری یا ما قبل مکسور سے آتی ہے۔
~~دھائیاں~~
دھائیاں:
دھائیاں جمع نہیں

اعتراض: عشرون کو الگ ذکر نہیں کرنا چاہیئے تھا کیونکہ عشرون یہ عشرۃ کی جمع ہے اور یہ جمع مذکر سالم میں داخل ہے الگ سے ذکر کرنے کی حاجت نہیں؟ اسیطرح اسکے بعد ثلاثون کو ذکر نہیں کرنا چاہیئے تھا؟

جواب: عشرون عشرۃ کی جمع نہیں ہے اور ثلاثون ثلاثۃ کی جمع نہیں ہے
(۱) کیونکہ عشرون کا واحد اگر عشرۃ مانیں تو عشرون کا اطلاق ثلاثون پر درست ہو جاتا! کیونکہ جب عشرون کی واحد عشرۃ ہے اور جمع کا اطلاق کم از کم تین پر ہوتا ہے۔ اور تین عشرۃ کو جمع کریں گے تو ثلاثون آئے گا۔ تو پتا چلا کہ عشرون کی جمع عشرۃ نہیں ہے۔

(۲) ثلاثون کی واحد اگر ثلاثۃ مانیں تو ثلاثون کا اطلاق تسع (۹) پر درست ہو جائے گا۔ کیونکہ جب ثلاثۃ واحد ہے اور جمع اطلاق بھی کم از کم تین پر آتا تو تین ثلاثۃ کو جمع کریں گے تو جواب میں ۹ ہی آئے گا۔ لھذا ثلاثون کی جمع نہیں ہے۔

(۳) دوسری دلیل یہ بھی ہے کہ یہ الفاظ اسماء اعداد معین معنی پر دلالت کرتے ہیں۔ جبکہ جمع کے لیے کوئی تعیین وغیرہ نہیں کہ وہ ۳-۴-۵-۱۰-۱۰۰ کسی پر بھی بولی جا سکتی ہے۔

سوال: ۹ حالتوں میں 6 اعرابوں کو نحویوں نے کس طرح کی تفصیل بیان کریں؟

جواب: نحویوں نے اعراب کی تقسیم اسطرح کی کہ اعراب ہیں (6) (۱) رفع (۲) نصب (۳) جر (۴) واؤ (۵) الف (۶) یاء

اور ۹ حالتیں ہیں۔ تین واحد کی تین تثنیہ کی تین جمع کی۔
پہلے تین اعراب یعنی (رفع۔ نصب جر) تو واحد کی تینوں حالتوں کو دے دیئے کیونکہ واحد تثنیہ اور جمع کی اصل ہے اور رفع۔ نصب جر بھی اصل اعراب ہیں تو اصل کو اصل دیا۔
باقی تین اعراب اور حالتیں (6)
اگر باقی تینوں اعراب واؤ۔ الف۔ یا کو دے دیئے جائیں تو جمع اعراب سے خالی رہے گا اور اگر یہ تینوں اعراب جمع کو دے دیئے جائیں تو تثنیہ اعراب

اعراب سے خالی رہے گا۔ اگر یہ اعراب دونوں کو دے دیئے جائیں تو التباس واقع ہوگا۔

تو اسطرح تقسیم کیا کہ الف کو تثنیہ کی علامت رفعہ بنایا کیونکہ کیونکہ الف فعل میں تثنیہ کے لیے ہے جو کہ ضمیر مرفوع ہے جیسے یضربان۔ ضربا وغیرہ۔

اسیطرح واؤ کو جمع کے لیے علامت رفعہ بنایا کیونکہ واؤ فعل میں جمع کے لیے ہے۔ جیسے یضربون۔ ضربُوا وغیرہ۔

اب باقی کسرہ ہے اور حالتیں (4) ہیں دو تثنیہ کی نصبی و جری دو جمع کی نصبی و جری قاعدہ کا اعتبار کرتے ہو جمع اور تثنیہ کی حالت جری یا کے ساتھ کر دی اور جمع اور تثنیہ میں اسطرح فرق کیا کہ تثنیہ کی حالت جری یا ماقبل مفتوح اور جمع کی حالت جری یا ماقبل مکسور سے کر دی اور حالت جری پر محمول کرتے ہوئے دونوں کی حالت نصبی بھی جری کی طرح بنادی۔

تثنیہ میں یا ماقبل مفتوح اسلئے کیا کہ فتحہ خفیف ہے اور تثنیہ کثیر ہے کہ تثنیہ ہر ایک کی بن سکتی ہے تو کثیر کو خفیف دیا برابری کرتے ہوئے۔

اور جمع میں کسرہ دی جمع کے قلیل اور کسرہ کے ثقیل ہونے کی وجہ سے۔

اعتراض نصب کو جر پر محمول کیوں کیا نصب کو رفعہ پر محمول کیوں نہیں کیا؟

جواب نصب و جر دونوں کلام میں فضلہ واقع ہوا کرتے ہیں اور اسی فضلہ ہونے کی مناسبت کی وجہ سے نصب کو جر پر محمول کیا نہ کہ رفع پر۔

بحث اعراب تقدیری

تقدیری اعراب کی تعریف:۔ اعراب تقدیری وہ ہے جس کا تلفظ نہ کیا جا سکتا۔

اعتراض تقدیری اعراب کو لفظی پر مقدم کیوں کیا حالانکہ لفظی اعراب اصل ہے اور تقدیری فرع اور اصل فرع سے پہلے ہوا کرتی ہے لھذا لفظی کو پہلے اور تقدیری کو بعد میں ذکر کرنا چاہئے تھا؟

جواب تقدیری اعراب کو مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ تقدیری اعراب قلیل ہیں اور لفظی اعراب کثیر ہے اور قلیل کو ذکر کرنا آسان ہے لھذا تقدیری پہلے لے کر آئے۔

سوال کتنی صورتوں میں اعراب تقدیری ہوتا وضاحت کریں؟

جواب

سوال: التقدیر تقدیر الاعراب کی وضاحت کریں۔

جواب: ① اس پر پہلے تو بتایا کہ التقدیر پر الف لام عوض ہے کہ مضاف الیہ کے عوض میں آیا ہے

② تقدیر الاعراب نکال کر ایک اعتراض مقدر کا جواب دیا ہے جو کہ مصنف پر وارد ہوتا ہے وہ اعتراض یہ ہے ہماری بحث اعراب میں ہے مصنف نے صرف التقدیر مطلقًا کہا کہ تقدیر سے کون سی تقدیر مراد ہے جو کہ بحث سے نکلنا لازم آرہا ہے صرف التقدیر کہنا درست نہیں اسکے دو جواب ہیں۔

① شارح ہندی نے ایک جواب دیا کہ وہ یہ ہے کہ التقدیری سے پہلے موصوف الاعراب مقدر ہے۔

② دوسرا جواب شارح نے تقدیر الاعراب نکال کر بتایا کہ الف لام عوض ہے یعنی اعراب کا مقدر ہونا اور دوسرا قول بھی یہی ہے کیونکہ اس میں کسی لفظ کو محذوف نہیں نکالنا پڑا لیکن شارح ہندی والے نے محذوف نکال ہے

سوال: اعراب تقدیری کتنی صورتوں میں ہوتا ہے وضاحت کریں مع امثلہ؟

جواب: اعراب تقدیری کی دو صورتیں ہیں۔

① تعذر ② ثقیل۔

① **تعذر:** یعنی حرکت اعرابیہ کو ظاہر کرکے پڑھنا بالکل ہی منع ہو متعذر ہو۔

① **مثال:** وہ اسم جس کے آخر میں الف مقصورہ ہے وہ چاہے لفظًا موجود ہو یا محذوف ہو محذوف کی صورت جیسے عصًا اس میں التقاء ساکنین کی وجہ سے یا حذف ہوگئی

لفظًا جیسے: العصٰی اس میں الف لام موجود ہے جس کی وجہ سے عصٰی ہی رہے گا۔

② **المثال الثانی:** غلامی: غلامی میں میم پر کسرہ یا کی وجہ سے آئی ہے اب یہ پہلے ہی اعراب میں مشغول ہو چکا اب اگر عامل داخل بھی تو اس پر کوئی اثر نہیں کریگا اور یہ مطلقًا تینوں حالتوں میں یہی یعنی غلامی ہی رہے گا۔

ضعیف قول: بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر منافقت کی صورت ہو یعنی حالت رفعی اور حالت نصبی ہو تو اعراب تقدیری ہوگا اگر موافقت کی صورت ہو یعنی حالت جری تو اعراب لفظی ہوگا۔

② **استثقال:** یعنی اعراب آنا صرف ثقیل ہو یعنی اعراب اس پر آتو سکتا ہو لیکن ثقیل ہونے کی وجہ سے نہ آتا ہو۔

PTO

اسکی دو صورتیں ہیں۔

(1) اس میں صرف دو حالتیں تقدیری ہونگی۔ جیسے ھذا قاضٍ یا القاضی۔
اس میں صرف دو حالتیں یعنی حالت رفعی اور حالت جری دونوں تقدیری ہوتی ہیں اور حالت نصبی لفظی ہوا کرتی ہے کیونکہ قاضی کی آخر میں یا ہے اور یا پر کسرہ اور ضمہ دونوں ثقیل ہیں۔

(2) اس میں صرف ایک حالت تقدیری ہوتی ہے جیسے مسلمیّ اسکی صرف حالت رفعی تقدیری ہے حالت جری اور حالت نصبی دونوں لفظی۔
حالت رفعی تقدیری اسلئے ہے کہ واؤ کو یا سے تبدیل ہو گئی مسلموی سے مسلمیّ ہو گیا اسلیے تقدیری ہے۔ لیکن حالت نصبی و جری دونوں میں یا موجود ہے صرف ادغام ہوا ہے یا کو پڑھا جا رہا ہے لہذا ان دونوں یعنی حالت نصبی و جری لفظی ہیں

الفرق بین تعذر و استثقال:

ثقیل اعراب (یعنی جہاں پر اعراب لگانا ثقیل ہو) اعراب بالحرکت اور اعراب بالحرف دونوں میں ہو سکتا ہے۔
مگر تعذر اعراب (یعنی جہاں پر اعراب لگانا پڑھنا ناممکن ہو) تو یہ صرف اعراب بالحرکت کے ساتھ خاص ہے۔

مسلمیّ کی اصل: اصل میں مسلمونَ ی تھا اضافت کی وجہ سے نون حذف ہو گیا یعنی واؤ اور یا جمع ہوئی ان میں واؤ ساکن ہے واؤ کو یا سے تبدیل کیا تو مسلمیّ ہو گیا یعنی یا کی مناسبت سے میم کو کسرہ دیا تو مسلمیّ ہو گیا تو اب واؤ کا تلفظ نہیں ہوتا اسی وجہ سے حالت رفعی تقدیری ہے۔

نوٹ: کبھی کبھار اعراب بالحرف تینوں حالتوں میں تقدیری ہوتا ہے جیسے جاء ذو القوم وغیرہ ان میں اعراب تقدیری ہے۔ کیونکہ اعراب کے حروف کو اجتماع ساکنین کی وجہ سے حذف کیا گیا ہے اور ان اعرابوں کا تلفظ بھی نہیں ہو رہا لہذا اعراب تقدیری ہے۔

اعراب لفظی کی تعریف: اعراب لفظی وہ ہے جسکا تلفظ کیا جا سکتا۔

سوال: اللفظی ما عداہ یعنی فیما عدا ماذکر۔

عدا کے بعد ماذکر نکال کر ایک اعتراض کا جواب دیا ہے اعتراض یہ ہے کہ پیچھے تعذر اور استثقال دو چیزیں ذکر ہوئی ہیں ان دونوں کی طرف ہ ضمیر واحد لوٹانا درست نہیں تو ماذکر سے اسی کا جواب دیا کہ ہ ضمیر کا مرجع تعذر اور استثقال نہیں بلکہ المذکور ہے۔

غیر المنصرف

سوال: ما ای الاسم معرب: ما کے بعد اسم و معرب نکالنے کی وجہ بتفصیل بیان کریں؟

جواب: اسم نکالنے کی وجہ: یہ ایک اعتراض کا جواب ہے وہ اعتراض یہ ہے کہ ضربتْ میں دو علتیں ہیں وزن فعل اور تانیث اسکے باوجود غیر منصرف کیوں نہیں تو اس نکال کر بتایا کہ ما سے مطلقاً نہیں بلکہ اسم مراد ہے جس میں دو علتیں ہوں لیکن ضربت ہے فعل اس لیے یہ غیر منصرف نہیں۔

معرب نکالنے کی وجہ: یہ بھی ایک اعتراض کا جواب دیا ہے وہ اعتراض یہ ہے کہ حضارِ میں دو علتیں ہیں ایک تانیث دوسرا علم یعنی معرفہ لیکن اسکے باوجود غیر منصرف نہیں تو اس کا جواب دیا کہ ما سے مراد ہی وہ اسم ہے جو معرب ہو چونکہ حضارِ مبنی ہے معرب نہیں لھذا غیر منصرف بھی نہیں پڑھا جائے گا

سوال: فیہ علتان تؤثران باجتماعھما واستجماع شرائطھما فیہ اثر۔ ترجمہ اور عبارت کی وضاحت کریں؟

جواب: ترجمہ:

اور ایسی دو علتیں ہوں جو اثر کرنے والی ہوں ان دونوں کے جمع ہونے کے ساتھ اور اس میں انکی شرائط کو جمع کرنے کے ساتھ۔

تؤثران باجتماعھما: یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے وہ اعتراض یہ ہے کہ حبلی جب کسی کا علم ہو تو اس میں دو علتیں تو پائی گئیں لھذا حبلی تو انتی ہی تعریف میں شامل ہو گیا۔ حالانکہ آپ نے حبلی کو فیہ علتان سے خارج کر کے اگلی قید واحدۃ منھا تقوم مقامھما میں داخل کیا ہے۔ جو کہ درست نہیں ہے بلکہ یہ فیہ علتان میں ہی ہے سے ہی تعریف میں داخل ہے۔ تو اسی کا جواب یہ ہے کہ وہ دو علتیں ایسی ہوں جو اثر کرنے والی ہوں حبلی میں علم اور تانیث تو ہے۔ لیکن غیر منصرف ہونے کے لیے علم حبلیٰ میں مؤثر نہیں۔

استجماع شرائطھما فیہ اثرٌ:

اس عبارت سے بھی ایک اعتراض کی طرف اشارہ ہے۔

وہ اعتراض یہ ہے کہ نوح میں دو علتیں میں علم اور عجمہ اسکے باوجود بھی منصرف ہے۔ غیر منصرف کیوں نہیں۔ تو اس کا جواب دیا کہ وہ دو علتیں

ایسی ہوں جو اپنی شرائط کو بھی مستجمع ہوں نوح میں عجمہ تو ہے لیکن عجمہ کے لیے بھی شرائط ہیں کہ متحرک الاوسط ہو لیکن نوح ساکن الاوسط ہے لھذا منصرف ہے۔

متن: من علل تسع اوعلة واحدة منها من تلك التسع تقوم هذه العلة الواحدة مقامهما ای مقام باثنین العلتین.
شرح ملا جامی کی عبارت کی وضاحت کریں۔

جواب: تسع سے پہلے علل نکال کر بتایا کہ تسع صفت ہے موصوف محذوف کی اور علامہ رضی کا بھی رد ہے کہ انھوں نے مضاف محذوف مانا ہے۔
واحدة منها سے پہلے بھی علة نکال کر واحدة کا موصوف محذوف بتایا ہے۔
من تلک التسع سے منھا کی ھا ضمیر کا مرجع بتایا ہے۔
هذه العلة الواحدة نکال کر تقوم کا فاعل بتایا ہے۔
مقام باثنین العلتین نکال کر مقامھما میں ھما ضمیر کا مرجع بتایا ہے۔

سوال: بان تؤثر وحدها تاثیرھما عبارت کی توضیح کریں؟

جواب: یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے وہ اعتراض یہ ہے کہ قام یقوم جو کہ قیام سے ہے اور قیام قعود کی ضد ہے اور قیام و قعود دونوں جاندار کی صفت ہیں علة کے لیے تقوم کہنا درست نہیں ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ تقوم تؤثر کی معنی میں ہے یعنی ایک ایسی علت ہو جو دو علتوں کی تاثیر کی طرح اثر کرنے والی ہو۔

متن: وھی العلل التسع مجموع فی ھذین البیتین من الامور التسعة لا کل واحد حتی یقال لا یصح الحکم علی العلل التسع بکل واحد من ھذه الامور وذالک المجموع شعر:
عدل و وصف و تانیث و معرفة + وعجمة ثم جمع ثم ترکیب
والنون زائدة من قبلھا الف + و وزن فعل وھذا القول تقریب

ترجمہ: اور یہ نو علتیں امور تسعہ کے دونوں بیتوں کا مجموعہ ہے نہ کہ ہر ایک ورنہ اعتراض کیا جائے گا کہ ان امور میں سے ہر ایک کا علل تسعہ پر حکم لگانا درست نہیں ہے۔ اور مجموعہ یہ ہے عدل و وصف و تانیث و معرفہ و عجمہ پھر جمع پھر ترکیب و الف النون زائدتان وزن فعل اور یہ قول تقریبی ہے۔

اعتراض :-

یہ دونوں مثالیں یعنی عدل و صفت تانیث وغیرہ میں سے ہر ایک ہی ضمیر مبتدا کی خبر ہے۔ اور یہی ضمیر کا مرجع علل تسع ہے اور قائدہ ہے کہ خبر کا حکم مبتدا کے تمام افراد پر لگتا ہے۔ تو مطلب یہ نکلا کہ علتیں عدل ہیں یا تو علتیں وصف ہیں وغیرہ حالانکہ نو علتیں عدل وغیرہ نہیں ہے بلکہ عدل ایک علت ہے وغیرہ۔

الجواب: صرف عدل یا صرف تانیث یا صرف معرفہ ہی الگ الگ خبر نہیں بلکہ ان تمام کا مجموعہ ہی ضمیر کی خبر ہے اور یہ قائدہ بالکل درست ہے کہ خبر کا حکم مبتدا کے تمام افراد پر لگتا ہے۔

اعتراض: عدل وصف۔ تانیث۔ معرفہ عجمہ کے درمیان واؤ استعمال کیا اسکے بعد ثم استعمال کیا حالانکہ ثم تراخی کے لیے آتا ہے تو پتا چلا کہ پہلی پانچ علتوں کا پہلے پایا جانا ضروری ہے جب وہ پائی جائیں تو اسکے بعد جمع وغیرہ پایا جائے گا ورنہ نہیں جیسے جاء نی زید ثم بکر تو پہلے زید کا آنا ضروری ہے۔

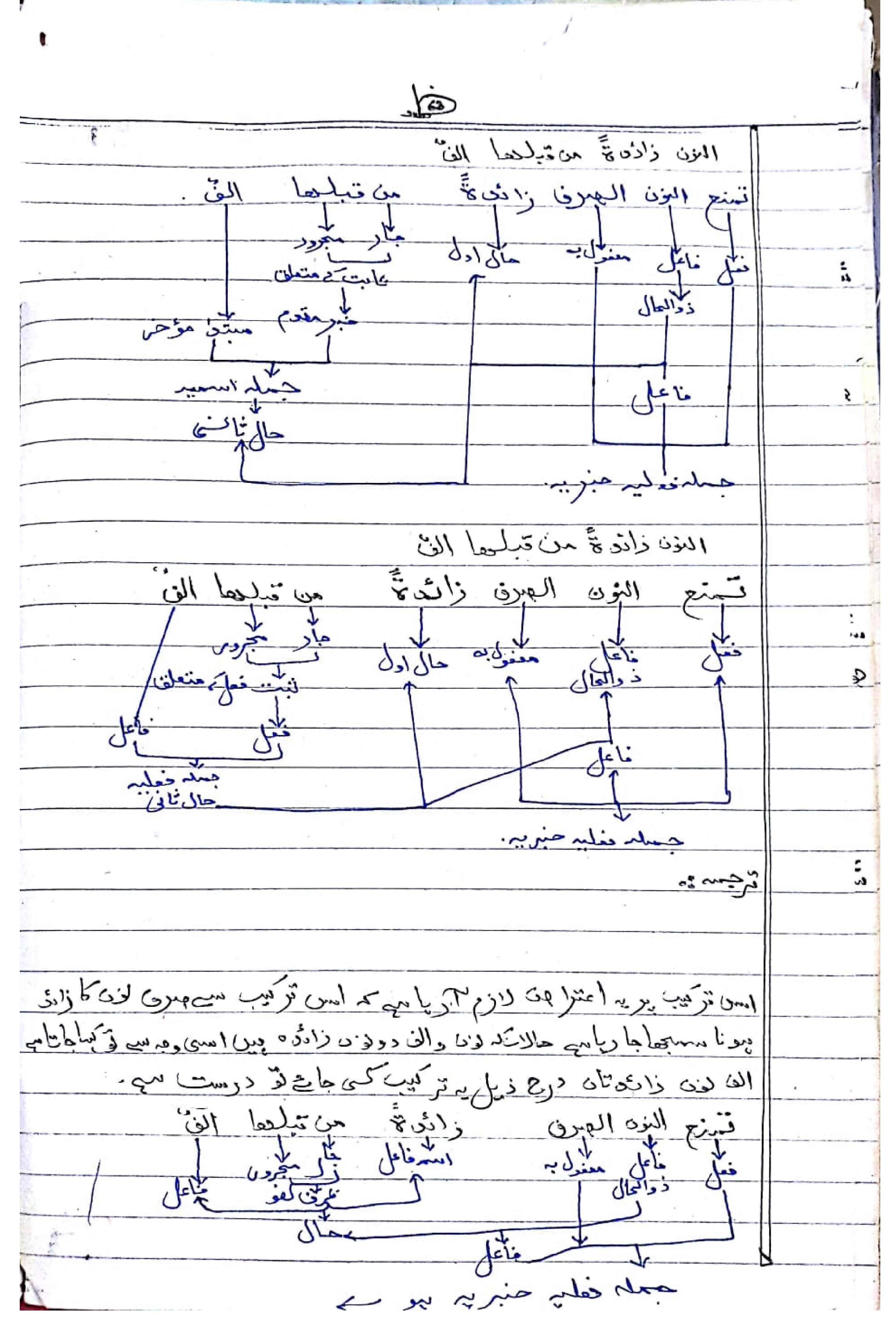
الجواب: مصنف علیہ الرحمہ نے واؤ سے ثم کی طرف جو عدول فرمایا ہے وہ صرف صرف وزن کی حفاظت کی وجہ سے ثم استعمال کیا ہے کوئی اور وجہ نہیں ہے۔

سوال: النون زائدة من قبلها الف ترکیب کریں تمام احتمالات کے ساتھ مع ترجمہ۔

الجواب: بعض کہتے ہیں کہ النون موصوف ہے اور زائدۃ صفت ہے مگر یہ اس وقت ہوگا کہ النون میں ال لام کو زائد مانیں یا عہد ذہنی مانیں پھر نون کا نکرہ ہونا لازم آئے گا۔ اور زائدہ کو صفت بنانا درست ہوگا اور یہ قول ضعیف ہے

النون کو ذوالحال بنائیں گے اور اس اعتراض (یعنی حالت فاعل یا مفعول کی ہوتی ہے) سے بچنے کے لیے النون سے پہلے فعل تمنع الصرف نکالیں گے اور النون تمنع کا فاعل بنے گا۔

ترکیب بصورۃ نقشہ مع ترجمہ



النون زائدة من قبلها الف

تمنع النون الصرف زائدة من قبلها الف.

فعل — فاعل — ذوالحال — مفعول بہ — حال اول — جار مجرور — ثابت کے متعلق — خبر مقدم — مبتدا مؤخر — جملہ اسمیہ — حال ثانی — فاعل — جملہ فعلیہ خبریہ۔

النون زائدة من قبلها الف

تمنع النون الصرف زائدة من قبلها الف

فعل — فاعل ذوالحال — مفعول بہ — حال اول — جار مجرور — ثبت فعل کے متعلق — فعل — فاعل — جملہ فعلیہ حال ثانی — فاعل — جملہ فعلیہ خبریہ۔

ترجمہ:

اس ترکیب پر یہ اعتراض لازم آرہا ہے کہ اس ترکیب سے صرف نون کا زائد ہونا سمجھا جا رہا ہے حالانکہ نون والف دونوں زائدہ ہیں اسی وجہ سے تو کہا جاتا ہے الف نون زائدتان درج ذیل پہ ترکیب کی جائے تو درست ہے۔

تمنع النون الصرف زائدة من قبلها الف

فعل — فاعل ذوالحال — مفعول بہ — اسم فاعل — جار مجرور — ظرف لغو — فاعل — حال — فاعل — جملہ فعلیہ خبریہ ہوئے

ترجمہ:

نوٹ: اس ترکیب پر یہ اعتراض لازم آ رہا ہے کہ الف پہلے زائدہ ہے اور نون بعد میں لیکن چونکہ زیادتی کسی وصف میں مشترک ہیں تو الف کا مقدم ہونے سے بھی دونوں کی زیادتی سمجھی جا رہی ہے جس طرح کہا جاتا ہے جاء زید راکبا من قبلہ اخوہ ترجمہ آیا زید اس حال میں کہ اس سے پہلے اس کا بھائی سوار تھا۔
اس مثال میں بھی سمجھا تو یہ جا رہا ہے کہ اسکا بھائی پہلے سوار ہے لیکن وصف رکوب میں مشترک ہیں اور یہ اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ اسکا بھائی زید پر اس وقت مقدم ہے۔

سوال: ھذا القول تقریب کے مطالب بیان فرمائیں؟

جواب: مصنف علیہ الرحمۃ کے اس قول ھذا القول تقریب میں تین احتمال ہیں۔

① ھذا القول تقریب سے مقرب الی الحفظ کی طرف اشارہ ہے کہ یہ یاد کرنے میں زیادہ قریب ہے کیونکہ نظم کو نثر کے مقابلے میں یاد کرنا زیادہ آسان ہے۔

② ھذا القول تقریب کہہ کر بتایا کہ یہ جو ہر ایک کو علت کہا گیا ہے یہ قول تقریبی ہے تحقیقی نہیں کیونکہ حقیقت میں ان نو علتوں میں سے دو علتیں بنتی ہیں غیر منصرف کے لیے ایک علت نہیں۔

③ ھذا القول کہہ کر مقرب الی الصواب کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ ان کے تعداد میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک 9 علتیں ہیں بعض کے نزدیک 11 علتیں ہیں۔ بعض کے نزدیک 10 علتیں ہیں لیکن تقریب کہہ کر بتایا کہ تینوں مذھب میں سے یہ قول تقریب ہے درست ہے

⑨ علتوں کی مثالیں

① عدل جیسے عمر ② وصف جیسے احمر ③ تانیث جیسے طلحۃ ④ معرفہ جیسے زینب .. ⑤ عجمہ جیسے ابراھیم ⑥ جمع جیسے مساجد ⑦ ترکیب جیسے معدیکرب ⑧ الف نون زائدتان جیسے عمران ⑨ وزن فعل جیسے احمد

ایک اور تشریح صفحہ نمبر 70 پر ملاحظہ ہو ←

غیر منصرف کا حکم:- حکمہ ان لا کسرۃ فیہ ولا تنوین

س: حکمہ: حکم غیر منصرف والاثر المترتب علیہ کی وضاحت کریں؟

جواب: حکم کے بعد غیر منصرف نکال کر ہ ضمیر کا مرجع بتایا ہے۔ اور والاثر المترتب علیہ سے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جو ماقبل صفحہ پر گزر چکا ہے۔ مختصر یہ ہے کہ حکم تو مسند اور مسند الیہ کے درمیان ہوتا ہے لیکن یہاں پر صرف غیر منصرف ہی تو ہے غیر منصرف کا حکم کہنا درست نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ حکم سے مراد اثر ہے جو کسی چیز پر مرتب ہو۔

س: من حیث اشتمالہ علی علتین او واحدۃ منھا تقوم مقامھا عبارت کی توضیح کریں؟

جواب: یہ ایک اعتراض کا جواب ہے وہ اعتراض یہ ہے کہ آپ نے غیر منصرف کا حکم بتایا ہے جس پر کسرہ اور تنوین نہ آئے حالانکہ اسکے علاوہ بہت سارے اثرات ہیں جو غیر منصرف پر آتے ہیں جیسے ضمہ آنا فتحہ آنا وغیرہ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں اثر سے مراد وہ اثر ہے جو دو علتوں یا ایک ایسی علت جو دو کے قائم مقام ہو کی وجہ سے پیدا ہوا ہو۔ اور دو علتوں کی وجہ سے یہ اثر پیدا ہوا کہ کسرہ اور تنوین اس پر نہیں آتا۔

سوال: غیر منصرف پر کسرہ اور تنوین نہ آنے کی وجہ بتفصیل بیان کریں نیز تمام علتوں کی اصل بھی تفصیلاً ذکر کریں؟

جواب: فعل کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے اس پر کسرہ اور تنوین نہیں آتی۔
مشابہت کی صورت:- جسطرح فعل میں دو فرعیں پائی جاتی ہیں اسی طرح غیر منصرف میں بھی دو فرعیں پائی جاتی ہیں۔ فعل میں دو فرعیں اسطرح ہیں کہ فعل فاعل کا محتاج ہے اور فاعل محتاج الیہ ہے اور محتاج الیہ اصل اور محتاج فرع ہوا کرتا ہے ایک تو محتاج ہونے میں فرع ہے۔
دوسری صورت یہ ہے کہ فعل مشتق ہے اور اس کا مشتق منہ فقط مصدر ہے اور مشتق منہ اصل اور مشتق فرع ہوا کرتا۔ لھذا فعل ایک مشتق ہونے کے اعتبار سے فرع ہوا اور دوسرا محتاج ہونے کے اعتبار سے۔
اسیطرح غیر منصرف کی تمام علتیں کسی نہ کسی کی فرع ہیں تو جب دو علتیں پائی جائیں گی تو گویا کہ دو فرعیں پائی گئیں تو ثابت ہوا کہ غیر منصرف فعل کے ساتھ فرع ہونے میں مشابہ ہے۔

تمام علتیں اور ان کی اصل

علت (فرع)	اصل
عدل	معدول عنہ
وصف	موصوف
تانیث	تذکیر کیونکہ پہلے قائم پھر قائمۃ کہا جاتا ہے۔
تعریف	تنکیر جیسے پہلے رجل پھر الرجل کہا جاتا ہے۔
عجمہ (عَلَم میں)	عربی = عجمہ کو کلام عرب میں اسلیے کہ ہر کلام میں اصل یہ ہے کہ اسکے ساتھ دوسری زبان ملی ہوئی نہ ہو۔ جیسے ابراھیم کہ تو عربی زبان کے اعتبار سے فرع ہے کیونکہ اصل میں تو عجمہ ہے یعنی عجمہ کے لیے ابراھیم اصل اور عربیہ کے لیے فرع ہے۔
جمع	واحد
ترکیب	افراد
الف نون زائدتان	جس پر یہ دو حرف زیادہ کیئے گئے ہوں
وزن فعل	اسم کی = فعل کا وزن جب اسم میں استعمال ہو تو اسم کے لیے فرع ہے کیونکہ ہر نوع میں اصل یہ ہے کہ اس میں وہ وزن نہ پایا جائے جو دوسری نوع کے ساتھ خاص ہو۔ جب یہی وزن دوسری نوع میں پایا جائے گا تو اسکے لیے فرع ہوگا۔ جیسے احمد اسم کے لیے تو اصل ہے مگر فعل کے لیے فرع ہے۔

سوال

سوال: ویجوز ای لایمتنع صرفہ سواء کان ضرورۃً او غیر ضرورۃٍ
عبارت میں مقدر اعتراض وجواب کی وضاحت کریں۔؟

جواب: یجوز کی تفسیر لا یمتنع سے کرکے ایک اعتراض مقدر کا جواب دیا ہے وہ
اعتراض یہ ہے کہ تناسب یا ضرورت کی وجہ سے غیر منصرف کو منصرف
پڑھنا واجب ہے جبکہ مصنف علیہ الرحمۃ نے اسکو جائز قرار دیا ہے۔
تو اس کا جواب یہ ہے کہ یجوز (یمتنع) کی معنیٰ میں ہے یعنی یعنی غیر
منصرف کو منصرف پڑھنا منع نہیں تو اس میں واجب بھی شامل ہو جائے
گا۔ اور جائز بھی۔

سوال: صرفہ ای جعلہ فی حکم المنصرف بادخال الکسرۃ والتنوین فیہ لا جعلہ
منصرفاً حقیقۃً الخ عبارت کی وضاحت کریں۔

تناسب یا ضرورت کی وجہ سے غیر منصرف کو منصرف بنایا جائے وہ
منصرف کے حکم میں ہوتا ہے یا حقیقۃً منصرف بن جاتا ہے اس میں اختلاف ہے
عند العلامہ زمخشری:-

جسکو تناسب یا ضرورت کی وجہ سے منصرف بنایا جائے وہ
حقیقۃً منصرف بن جاتا ہے۔ کیونکہ وہ غیر منصرف کی تعریف کرتے ہیں کہ
جس پر کسرہ اور تنوین نہ آئے اس پر کسرہ یا تنوین آ گیا اب وہ غیر منصرف
نہ رہا بلکہ وہ منصرف ہو گیا۔

عند المصنف علیہ الرحمۃ:-

وہ منصرف کے حکم میں ہوتا ہے حقیقۃً غیر منصرف
ہی رہتا ہے منصرف نہیں ہوتا۔ کیونکہ مصنف علیہ الرحمۃ غیر منصرف کی
تعریف کرتے کہ ما فیہ علتان الخ تو جب کسرہ اور تنوین آ گیا تو اس میں
ابھی بھی دو علتیں پائی جانے کی وجہ سے غیر منصرف ہی ہے۔

دوسرا قول:-

صرف سے اس کا لغوی معنیٰ مراد لی جائے نہ کہ اصطلاحی پھر
صرفہ کی ہ ضمیر کا مرجع حکم ہوگا۔ یعنی اسکے حکم کو پھیرنا جائز ہے۔

سوال: غیر منصرف کو کتنی صورتوں میں منصرف پڑھنا جائز ہے تفصیل بیان فرمائیں؟

جواب: غیر منصرف کو منصرف پڑھنے کی دو وجہ پاتا ہے۔

(۱) ضرورت کی وجہ سے (۲) تناسب کی وجہ سے

① ضرورت کی تفصیل:- ضرورت میں بھی دو صورتیں

① وزن شعری کی ضرورت کی وجہ سے ② رعایۃ قافیہ کی ضرورت کی وجہ سے۔

① وزن شعری کی وضاحت:-

وزن شعری کی وجہ سے غیر منصرف کو منصرف اسلئے پڑھتے ہیں کیونکہ جب غیر منصرف شعر میں آجائے اور اسکو منصرف نہ پڑھا جائے تو یا تو انکسار پیدا ہو جو اسکو وزن سے ہی نکال دے گا۔ یا انزحاف واقع ہوگا جو اسکو روانگی سے نکال دے گا۔ اور یہ انکسار اور انزحاف دونوں اشعار میں جائز نہیں۔

انکسار کی مثال:-

صُبَّتْ علیَّ مصائبٌ لو انّھا + صُبَّتْ عَلَی الأیَّامِ صرن لیالیا۔

ترجمہ:-

اس مثال میں مصائبٌ غیر منصرف ہے جسکو منصرف پڑھا گیا ہے اگر اسکو غیر منصرف پڑھتے تو جو متفاعلن کا وزن اوپر سے چلا آرہا تھا وہ ٹوٹ جاتا۔

انزحاف کی مثال:-

أعِد ذکر نعمانٍ لنا اَنَّ ذکرَہٗ + ھو المسک ما کررتہٗ یتضوّعٗ

ترجمہ:

نعمان جو کہ غیر منصرف ہے اسکو منصرف پڑھا گیا ہے اگر اسکو فتحہ کے ساتھ پڑھا جاتا تو وزن تو برقرار رہتا مگر جو روانگی ہے وہ باقی نہ رہتی۔

② رعایۃ کا قافیہ کی ضرورت کی وجہ سے:

مثال:- سلام علی خیر الانام و سیدٍ ؛ حبیب اٰلہ العالمین محمدٍ

ترجمہ:

بشیر نذیرٍ ھاشمی مکرمٍ ؛ عطوفٍ رّؤفٍ من سمی احمدٍ

ترجمہ:

اگر احمد کو فتحہ کے ساتھ پڑھتے وزن تو باقی رہے گا لیکن قافیہ کی وجہ سے خلل واقع ہوگا۔ کیونکہ روی کے تمام حروف تمام ابیات میں کسرہ کے ساتھ ہیں

② تناسب :- غیر منصرف کو منصرف پڑھنے کی دوسری صورت ہے تناسب
تناسب کا مطلب ہے کہ منصرف کی مناسبت کی وجہ سے غیر منصرف کو
منصرف پڑھنا ۔ تاکہ ان دونوں کے درمیان مناسبت حاصل ہو کیونکہ کلمات
کے درمیان تناسب کی رعایۃ کرنا اہم چیز ہے اگرچہ تناسب کی رعایت ضروری نہیں ہے

تناسب کی مثال :- سلاسلاً و اغلالاً :
سلاسل غیر منصرف ہے اور اغلالاً منصرف ہے اغلالاً کی
مناسبت کی وجہ سے سلاسل کو منصرف پڑھا جا سکتا ہے ۔

اعتراض | زحاف سے بچنا ضروری نہیں تو زحاف سے بچنے کو ضرورت کے تحت کیسے شامل کیا
ہے کیونکہ مصنف نے کہا ہے کہ ضرورت کی وجہ سے غیر منصرف کو منصرف پڑھا جائے گا
اسکی مثال انکسار اور انزحاف دی تو انزحاف کو کیسے شامل کیا ہے ؟

جواب | انزحاف کی دو صورتیں ایک وہ جس سے بچنا ممکن ہو اور ایک وہ ہے
جس سے بچنا ناممکن ہو تو شعراء کے نزدیک وہ انزحاف جس سے
بچنا ممکن ہو تو اس سے بچنا ضروری ہے اور جس سے بچنا ناممکن ہو
تو اس سے بچنا ضروری بھی نہیں ۔

سوال | یجوز صرف غیر المنصرف لیحصل التناسب الخ عبارت کی وضاحت کریں ۔
جواب | للتناسب مفعول لہٗ ہے اور مفعول لہٗ کا علت واقع ہونا دو طرح سے
ہوتا ہے کبھی مفعول لہٗ کا علت واقع ہونا حصول وقوع کے لیے ہوتا ہے ۔
جیسے ضربت زیداً تادیباً اور کبھی وجود علت کی بناپر ہوتا ہے
تو لیحصل نکال کر بتایا کہ تناسب جو علت واقع ہو رہا ہے وہ حصول کی
بناپر ہو رہا ہے ۔

سوال | رعایۃ التناسب بین الکلمات امر مہم عندھم عبارت کی وضاحت کریں ؟
جواب | یہ ایک مقدر اعتراض کا جواب ہے وہ اعتراض یہ ہے کہ مناسبت ایک اہم
چیز نہیں ضروری نہیں تو اسکی رعایۃ کرنا بھی ضروری نہیں تو اس کا جواب
دیا کہ عرب کے نزدیک کلمات کے درمیان مناسبت ایک اہم چیز ہے ۔

اعتراض | تناسب کی مثال صرف سلاسل ہے کیونکہ ہماری بحث ہی غیر منصرف ہے تو
اغلالاً کو کیوں لائے ؟

جواب | تناسب اشتراک کا تقاضہ کرتا ہے اور اشتراک کم از کم دو چیزوں میں
ہوتا ہے ایک میں نہیں اسی وجہ سے اغلالاً کو بھی لائے اور یہ پورا مجموعہ

تناسب کی مثال ہے ای دو لفظوں کے درمیان مناسبت کی وجہ سے
غیر مشہور کو بھی مشہور پڑھا گیا۔

سوال: وما يقوم مقامها اى العلة الواحدة التى تقوم مقامهما الخ
عبارت کی وضاحت کرتے ہوئے بتائیے کہ وہ کون سی علتیں ہیں جو
دو کے قائم مقام ہیں اور کیوں وضاحت تفصیل سے کریں؟

جواب: العلة الواحدة مثال کی یقوم کا فاعل بتایا ہے یعنی ایک ایسی علت ہو جو
نو علتوں میں دو کے قائم ہوں یعنی ان دونوں علتوں میں سے ہر ایک دو علتوں
کے قائم مقام ہوں ان دونوں کے تکرار کی وجہ سے۔
وہ صرف دو علتیں ہیں جن میں سے ہر ایک دو علتوں کے قائم مقام ہے۔
(۱) جمع (۲) الفالتانیث

(۱) الجمع:
جمع سے مراد وہ جمع ہے جو منتھی الجموع کے صیغے تک
پہنچانے والی ہو۔ کیونکہ اس میں جمع ہونے کا تکرار پایا جاتا
ہے۔ وہ اسطرح کہ پہلے واحد سے جمع مکسر پھر جمع مکسر سے
جمع منتھی الجموع بنتی ہے گویا اس میں جمع کا تکرار ہے اب وہ
جمع ہونے کا تکرار حقیقی ہو جیسے اکالیب واساویر واناعیم کیونکہ
اکالیب اکلب کی جمع ہے اور اکلب کلب کی جمع ہے۔ اسیطرح اساویر
اسورۃ کی جمع ہے اور اسورۃ سوار کی جمع ہے اسطرح اناعیم انعام
کی جمع ہے اور انعام نعیم کی جمع ہے۔
یا حکمی ہو جیسے مساجد کیونکہ اگرچہ اس میں جمع ہونے
کا تکرار نہیں ہے مگر حروف کی مقدار حرکات سکنات میں جمع حقیقی
کے ساتھ موافق ہے۔

(۲) الفالتانیث:
الفالتانیث سے مراد الف مقصورہ اور الف ممدودہ ہے
یہی دو علتوں کے قائم مقام ہیں یعنی ان میں سے ہر ایک دو علتوں کے قائم
مقام ہے۔ کیونکہ الف مقصورہ اور الف ممدودہ دونوں کلمے کو وضع
اعتبار سے لازم ہیں۔ اس سے بالکل بھی جدا نہیں ہوتے۔ جیسے حبلیٰ

P.T.O

کو حبلی، اور حمراء کو حسنٰی نہیں کہا جاتا۔ تو یہ دو علتوں کے قائم مقام
اسطرح ہیں کہ ایک تو الف مقصورہ اور الف ممدودہ کا لزوم ہے
اور دوسری تانیث کے درجے پر ہے تو تانیث مکرر ہوگئی
لہٰذا یہ دو علتوں کے قائم مقام ہوگیا۔

سوال: الثا فانها ليست لازمة للكلمة بحسب اصل الوضع
عبارت کی وضاحت کریں؟

جواب: یہ ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے وہ اعتراض یہ ہے کہ قائمۃ میں بھی
تو تا ہے اسکو غیر منصرف کیوں نہیں پڑھتے تو اس کا جواب یہ ہے کہ
تا کلمہ کو اصل وضع کے اعتبار سے لازم نہیں ہے کیونکہ اس تا کو
صرف مذکر و مؤنث کے درمیان فرق کرنے کے لیے وضع کیا گیا ہے۔

سوال: فلو عرض اللزوم لها عن كلعلمية عبارت کی وضاحت کریں؟

جواب: یہ بھی ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے وہ اعتراض یہ ہے کہ طلحۃ
میں تا کلمہ کو لازم ہے تو اسکو بھی دو علتوں کے قائم مقام ہونا
چاہئے تھا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ

العدل

خط ۲۲

عدل کی تعریف: العدل خروجه عن صیغته الاصلیة

سوال: عدل کو باقی علتوں پر مقدم کیوں کیا؟

جواب: اسکا دو وجہیں ہیں۔

① عدل بغیر شرط کے ہے اور باقی علتیں شرط کے ساتھ مقید ہیں اور عدل بغیر شرط کے یعنی مطلق ہے اور مطلق مقید سے پہلے ہوا کرتا ہے لھذا عدل کو مقدم کیا۔

② پہلے جب اجمالاً علتیں بیان کی تو سب سے پہلے عدل کو لائے تو لف نشر مرتب کے اعتبار سے جب تفصیلاً علتیں بیان کی تو ابھی عدل کو مقدم کیا۔

اعتراض: عدل متعدی ہے اور خروجه لازم ہے اور لازم سے متعدی کی تفصیل کرنا درست نہیں۔ لیکن مصنف نے عدل کی تعریف خروجه سے کی ہے جو کہ درست نہیں ہے؟

جواب: عدل سے مراد اسم کا معدول ہونا ہے اور معدول ہونا یہ لازم ہے اور لازم کی لازم سے تفصیل کرنا جائز ہے۔

سوال: العدل مصدر مبنی للمفعول ای کون الاسم معدولاً۔ عبارت کی غرض جامی تحریر کریں؟

جواب: یہ ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے وہ اعتراض یہ ہے کہ عدل کا لغوی معنیٰ ہے اخراج اور یہ متکلم کی صفت ہے۔ اور جو اسکی خبر خروجه ہے وہ ہے اسم کی صفت دونوں کے موصوفوں میں تباین ہے لھذا خروجه کا حمل عدل پر جائز نہیں۔ تو اس عبارت سے اس کا جواب دیا کہ عدل مبنی للمفعول ہے یعنی معدول کی معنیٰ میں ہے اور معدول ہونا یہ اسم کی صفت ہے لھذا مبتدا اور خبر کے موصوفوں میں تباین نہیں لھذا حمل کرنا بھی درست ہے۔

اعتراض: عدل اسم صفت ہے اور خروجه وصف محض ہے اور وصف محض کا حمل اسم صفت پر جائز نہیں؟

جواب: شارح علیہ الرحمۃ نے عدل کی تفسیر کون الاسم معدولاً اور خروجه کی تفسیر کون الاسم مخرجًا سے کرکے بتایا کہ دونوں وصف محض ہیں جب دونوں وصف محض ہیں تو حمل کرنا بھی جائز ہے۔

١

بحث

سوال: صیغہ کی تعریف کے متعلق اختلاف بیان کریں؟

جواب: عند الصرفی:-
صیغہ مادہ اور ہیئت کو کہتے ہیں۔

عند النحوی:-
صرف ہیئت کو صیغہ کہتے ہیں۔
نحو یہ کہتے ہیں کہ اگر صیغہ سے مراد مادہ اور ہیئت دونوں لیا تو کل کا کل سے امتزاج لازم آئے گا۔ جو کہ ناجائز ہے۔ لہذا صیغہ سے مراد ہیئت ہے جو قاعدہ اور اصل کا تقاضہ کرتی ہے۔

سوال: التی یقتضیھا الاصل والقاعدۃ الخ عبارت کی وضاحت کریں؟

جواب: اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جس صیغہ سے عدل کو نکالا گیا ہو جیسے عامر سے عمر کو بنایا گیا ہے اور عامر یہ تقاضہ کرتا ہے کہ یہ اپنی اصل پر ہے اور جو اسم فاعل کا قاعدہ ہے اسکے مطابق ہے۔

* نوٹ:-
تعریف میں موجود کما ہ ضمیر کا مرجع اسم ہے اگر مول کو بنائیں تو محدود کا حد میں داخل ہونا لازم آئے گا۔ جو کہ باطل ہے لہذا اسم ہی اسکا مرجع ہے۔

اعتراض: ہ ضمیر کا مرجع اسم ٹھہرانا درست نہیں کیونکہ اسم مذکور نہیں اور مرجع کا مذکور ہونا ضروری ہے؟

جواب: غیر منصرف ہے اسم کی قسم اور غیر منصرف سے اسم ہی سمجھا جا رہا ہے کیونکہ مرجع کیلئے مذکور ہونا ضروری نہیں بلکہ معلوم ہونا ہی کافی ہے۔

سوال: ولا یخفی ان صیغۃ المصدر الی المشتقات کلھا عبارت کی وضاحت کریں

جواب: یہ ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے وہ اعتراض یہ ہے کہ عدل کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ اسمیں اسماء مشتقات داخل ہو رہے ہیں جیسے ضارب وغیرہ کیونکہ ان کو بھی نکالا ہی جاتا ہے تو اس کا جواب دیا ہے کہ خروجہ مصدر کی اسم کی طرف اضافت کرنے سے اسماء مشتقات نکل جائیں گے۔ کیونکہ اسماء مشتقات کو نکالا جاتا ہے۔ مگر عدل نکلا ہوا ہوتا ہے نکالا نہیں جاتا۔

1

(جمادی)

سوال | ای المتبادر من خروجہم عن صیغۃ الاصلیۃ ان تکون الخ عبارت کی وضاحت مع اعتراض و جواب کریں؟

جواب | یہ عبارت ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے وہ اعتراض یہ ہے کہ دم اور ید عدل کی تعریف میں شامل ہو رہے ہیں۔ ان کو بھی دموٌ اور یدیٌ سے نکالا گیا ہے لہٰذا ان کو بھی غیر منصرف ہونا چاہیے تو اس اعتراض کا جواب دیا کہ عدل کے لیے ضروری ہے کہ مادہ باقی ہو صرف صورت میں تبدیلی آئے۔ لیکن دم اور ید میں صورت اور مادہ دونوں تبدیل ہوگئے اب وہ حروف چاہے ابتداء میں حذف ہوں یا آخر میں یا وسط میں ہر حال میں منصرف ہوگا۔

سوال | خروجہ عن صیغۃ الاصلیۃ یستلزم دخولہ فی صیغۃ اخری ای مغایرۃ للاولی مفصل ترجمہ کریں اور مغایرۃ للاولی کس اعتراض کا جواب ہے وضاحت کریں؟

جواب | ترجمہ:

ایک لفظ کا نکالنا صیغہ اصلیہ سے اسکے دوسرے صیغے میں داخل ہونے کو مستلزم ہے۔

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی لفظ ایک صیغہ سے نکل جائے تو ضروری ہے کہ وہ دوسرے صیغے میں داخل ہوگا۔

مغایرۃ للاولی ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے وہ اعتراض یہ ہے کہ صیغۃ اخری میں اخری اسم تفضیل ہے اور اس کے اندر اشتراک ہوتا ہے یعنی دوسرے کے مقابلے میں زیادتی ہوتی ہے تو اس عبارت کا مطلب یہ ہوا کہ ایک لفظ جب صیغہ اصلیہ سے نکلے تو اس کا دخول دوسرے صیغے میں تو مستلزم ہے۔ لیکن اس صیغے میں مستلزم ہے جو سب سے آخر میں آنے والا ہو کیونکہ اخری کا معنی ہی یہ ہے کہ سب سے آخر میں آنے والا۔ تو اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اخری غیر کے معنی میں ہے یعنی ایک لفظ کا صیغہ اصلیہ سے نکلنا دوسرے صیغہ میں اسکے دخول کو مستلزم ہے۔

اعتراض | یہ جو آپ نے کہا کہ ایک صیغے سے نکلنا دوسرے صیغے کے دخول کو مستلزم ہے۔ اور اسکی صرف صورت تبدیل ہو مادہ باقی ہو تو مرمیٌ بھی عدل کی تعریف میں داخل ہو رہا ہے کیونکہ یہ مرموی سے بنا ہے؟

جواب | یہ جو ہم نے کہا کہ ایک صیغہ سے دوسرے صیغے کو نکالا جائے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ پہلا اور دوسری صیغہ الگ الگ ہوں یعنی صیغہ اصلیہ قاعدہ کے مطابق

ہوں اور جس کو نکالا گیا ہو وہ بغیر کسی قاعدہ کے ہوں تو مرضی جو مرضی بنا
سے بنا ہے وہ قاعدہ کے تحت بنا ہے لہذا غیر منصرف میں داخل نہیں۔

اعتراض: قوس کی جمع اقواس اور ناب کی جمع انیاب ہونا چاہئے تھی لیکن بغیر کسی
قاعدہ کے تحت قوس کی جمع اقوس بنائی گئی اور ناب کی جمع انیب بنائی گئی
تو آپ نے جو یہ کہا کہ دوسری چیز بغیر کسی قاعدہ کے ہے تو اس میں بھی
قیاس تو یہ ہے کہ قوس اور ناب کی جمع اقواس اور انیاب آتی لیکن یہ
جمع نہیں آتی تو پتا چلا کہ قوس اور ناب کی جو اقوس اور انیب جمع
آتی ہے وہ بغیر کسی قاعدہ کے ہے۔ لہذا یہ غیر منصرف ہے؟

جواب: آپ کا یہ کہنا کہ قوس کی جمع اقواس اور ناب کی جمع انیاب ہو یہ غلط ہے بلکہ
یہ اقوس اور انیب Direct قوس اور ناب کی جمع ہیں اور یہ جموع شاذہ
میں سے ہے اور جموع شاذہ قاعدہ کے خلاف ہوا کرتا ہے۔

قولہ الشارح عن تعریف العدل:۔

شارح علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اتنے
تکلفات کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ جب اخص کی اعم
سے تعریف کرنا جائز ہے تو تکلفات کی ضرورت نہیں لیکن یہ تعریف کرنا
اس وقت ہوگی جب کہ مقصود صرف و صرف اسکی باقی اقسام سے ممتاز
کرنا مقصود ہو۔ تو عدل کی تعریف سے باقی علتیں خارج ہو رہی ہیں تو
اس تعریف کو عموم پر ہی رکھا جائے کہ تکلفات کرنے کی ضرورت ہی
نہیں کہ محذوفات نکالے جائیں۔

سوال: غیر منصرف اور عدل میں سے مقدم کون؟ اختلافی نکتہ بیان کریں نیز
عدل کے لیے کتنی چیزیں ضروری ہیں؟

جواب: عند علامہ رضی:۔ علامہ رضی فرماتے ہیں کہ عدل پہلے اور غیر منصرف
بعد میں ہے۔

عند الشارح علیہ الرحمۃ:۔ عدل پر غیر منصرف مقدم ہے کیونکہ ثلاث مثلث
وغیرہ غیر منصرف پہلے بھی تھے کیونکہ ان پر کسرہ اور تنوین نہیں آ رہی تھی
تو جب اسمیں علت وصفیہ کے علاوہ کوئی دوسرا سبب نہ ملا تو جب دوسرے
سبب کی طرف محتاج ہوئے تو عدل کو دوسرا سبب قرار دیا گیا تو پتا چلا کہ
غیر منصرف پہلے عدل بعد میں ہے

عدل کے لیے دو چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔

① معدول عنہ کا وجود ② اخراج پر دلیل

کیونکہ اخراج کے اعتبار کے بغیر عدل ثابت ہی نہیں ہوگا۔ اب اگر معدول عنہ سے اخراج پر دلیل پائی جائے تو عدل تحقیقی ہے مگر دلیل نہ پائی جائے تو اس میں دلیل فرض کر دی جائے گی۔

تحقیقاً :- نصب پڑھنے کی وجہ :- یہ اس لیے منصوب ہے کہ اس کا فعل محذوف ہے اور مزوجۃ مصدر (مفعول) مطلقاً ہے مزوجۃ کا۔ لیکن تزویج کو ازدواج کے معنی میں لے کے لو بھی یہ مزوجہ کا مفعول مطلق ہوگا لیکن یہ بھی مجازاً مفعول مطلق ہوگا حقیقتاً مفعول مطلق نہیں ہوگا۔

سوال: معناہ مزوجاً کائناً عن اصل محقق عبارت کی وضاحت کریں؟

جواب: یہ عبارت نکال کر ایک اعتراض مقدر کا جواب دیا ہے۔ وہ اعتراض یہ ہے کہ تحقیقاً مصدر محض ہے اور یہ مزوج کا صفت بنانا درست نہیں کیونکہ صفت کے لیے بہتر یہ ہے کہ اسم صفت ہو تو اس کا جواب دیا کہ مزوج کی صفت تحقیقاً نہیں بلکہ کائناً اور تحقیقاً اصل محقق کی معنی میں ہے اور اصل محقق کائناً کے متعلق ہے اور قاعدہ ہے کہ صفت کا متعلق موصوف کا متعلق ہوا کرتا ہے۔ لہٰذا کائناً عن اصل محقق کو حذف کر دیا گیا اور اسکی جگہ تحقیقاً کو رکھا گیا۔

تحقیقی کی تعریف :- تحقیقی وہ ہے جس پر غیر منصرف کی دلیل دلالت کرے۔

مثالیں :-

① ثلاث ومثلث :- یہ عدل تحقیقی کی مثال ہے اس پر دلیل یہ ہے کہ اس کی معنی میں تکرار تو ہے لیکن الفاظ میں تکرار نہیں اور اصل یہ ہے جب معنی مکرر ہوں تو لفظ کا مکرر ہونا ضروری ہے۔ جیسے جاء نی القوم ثلاثۃ ثلاثۃ تو یہ معلوم ہو گیا کہ ثلاث و مثلث ثلاثۃ ثلاثۃ سے ہی معدول ہے لہٰذا یہ عدل تحقیقی ہے

سوال: وہ اسماء اعداد جو فعال اور مفعل کے وزن پر ہوں ان کے درمیان اختلاف لکھیں

جواب: کوفی امام ابوالعباس۔ امام مبرد شارح علیہ الرحمۃ :- پانچ سے لے کر دس تک جو ان اوزان پر ہو وہ غیر منصرف ہے۔ ماتحت پر مافوق کا قیاس کیا جا سکتا ہے کیونکہ ایک سے لیکر پانچ تک بالاتفاق جو ان اوزان پر ہو وہ غیر منصرف ہے

علاوہ رضی: علامہ رضی فرماتے ہیں کہ پانچ سے ۱۰ تک جو ان اوزان پر ہو
وہ غیر منصرف نہیں کیونکہ یہ اہل عرب سے مسموع ہی نہیں۔

اعتراض: ثلاث اور مثلث میں غیر منصرف کے لیے ایک سبب ہے عدل دوسرا ہے
وصف اور وصف کے لیے شرط ہے کہ اصل وضع وصف ہو۔ لیکن ثلاثۃ میں
تو عارضی وصف ہے۔

جواب: ثلاثۃ ثلاثۃ یہ وضع اول ہے اور ثلاث اور مثلث وضع ثانی ہے تو
ضروری نہیں کہ جو چیز وضع اول میں عارضی ہو وہ وضع ثانی میں بھی
عارضی ہو۔ بلکہ یہ یعنی ثلاث و مثلث وضع ثانی میں اصلی ہونگی کیونکہ
عدل وضع ثانی ہوا کرتا ہے۔

سوال: اُخر کے عدل تحقیقی ہونے پر بحث کریں بالتفصیل؟

جواب: اُخَر اخریٰ کی جمع ہے اور اخریٰ آخَر کی مؤنث ہے۔ اور آخر اسم
تفضیل ہے کیونکہ آخر کا اصل میں معنیٰ ہے اشد تاخر پھر اسکو آخر کی
طرف منتقل کر دیا گیا۔

قیاس کے مطابق اسم تفضیل کا استعمال تین طریقوں سے ہوتا
ہے یا تو لام سے یا اضافۃ کے ساتھ یا مِن کے کلمہ کے ساتھ اور اُخَر جو کہ
اسم تفضیل ہے ان تینوں طریقوں میں سے کسی طریقے سے بھی استعمال
نہیں ہوتا تو پتا چلا کہ تینوں میں سے کسی ایک سے معدول ہے جب
یہ پتا چل گیا کہ تینوں میں سے کسی ایک سے معدول ہے تو اسی وجہ
سے یہ عدل تحقیقی ہے۔

سوال: اُخَر کس سے معدول ہے ملا جامی کی روشنی میں تحریر کریں؟ نیز تقدیر کے مقدر نہ ماننے کی وجہ؟ (حقی بیان کریں بالتفصیل)

جواب: بعض نے کہا کہ یہ اس سے معدول ہے جس میں لام ہے یعنی عن الاُخر
سے معدول ہے۔

بعض نے کہا کہ یہ صرف اس سے معدول ہے جس میں مِن ذکر کیا گیا ہو
یعنی اُخر منا سے معدول ہے۔

اور اضافۃ کے مقدر ماننے کی طرف کوئی نہیں گیا۔ کیونکہ اضافت
کے ختم ہونے سے تین چیزوں میں سے کوئی ایک لازم آتی ہے یا تو
اضافۃ کے ختم ہوتے ہی تنوین آجاتی ہے۔ جیسے حینئذٍ یا اضافت

کے فتحہ ہونے سے مبنی کلمہ بن جاتا ہے جیسے قَبْلُ ۔ یا اضافت کے فتحہ
ہونے سے وہ کلمہ کسی دوسرے اسم کی طرف مضاف ہو جاتا ہے جیسے یاتیم
تیم عدیؓ اور اخریٰ میں اگر اضافت سے معدول مانیں تو تینوں میں سے کوئی
بھی چیز نہ پائی گئی ۔ تو متعین ہو گیا کہ اُخر دو معاملوں یعنی (لام اور من)
میں سے کسی ایک سے معدول ہے۔

سوال: جُمَعُ کس سے ~~مشتق ہے~~ معدول ہے غیر عدل تحقیقی ہے یا عدل تقدیری بحث کریں؟

جواب: جُمَعُ جمعاء کی جمع ہے اور جمعاء اجمع کی مؤنث ہے اور کتع بتع بصع بھی
اسی طرح ہیں۔
تو قیاس کے مطابق تو یہ ہے کہ فعلاء افعل کی مؤنث ہے اور افعل (فعلاء) اگر صفت
میں ہو تو اسکی جمع فُعْل کے وزن پر آتی ہے۔ جیسے حمراء سے حُمْرٌ اور اگر فعلاء
کا صیغہ اسم محض میں ہو تو یا تو اسکی جمع فعالی یا فعلاوات کے وزن پر آتی ہے
جیسے صحراء سے صحاری اور صحراوات تو اصل تو یہ ہے کہ جمعاء یا جُمْعٌ سے یا جماعیٰ
سے یا جمعاوات سے معدول ہے تو جب فعلاء کا ان تینوں میں سے کسی ایک
سے نکلنے کا اعتبار کیا گیا کہ تینوں میں سے کسی ایک سے معدول ہے تو عدل
تحقق ہو یعنی عدل بھی ثابت ہو گیا اور جب نکلنے پر دلیل پائی گئی تو یہ بھی ثابت
ہو کہ عدل تحقیقی ہے تقدیری نہیں ہے۔

سوال: جُمَعُ جب غیر منصرف ہے تو اسمیں دو سبب کون کون سے ہیں۔ اگر اعتراض
ہو تو اسکی بھی توضیح کریں؟

جواب: جمع میں ایک سبب تو عدل تحقیقی ہے اور دوسرا اسمیں صفت
اصلیہ ہے۔ صفت اصلیہ ہونے پر اعتراض یہ ہوا کہ جُمَع تو اسم ہے تاکید
کے باب اور جب تاکید کے باب میں اسم ہے تو صفت اصلیہ تو نہ رہا تو اس
کا جواب دیا ہے کہ جمع اگرچہ تاکید کے باب میں غلبہ کی وجہ سے اسم ہو گیا
لیکن یہ اصل میں صفت تھا اور اب بھی صفت ہی ہے۔ اور یہ غلبہ صفت ہونے میں
نقصاندہ نہیں ہے۔
الحمد للہ ۔ اجمع اور اسکے ہم نظائر میں ایک سبب وزن فعل ہے اور دوسری
صفۃ اصلیہ ہے علی ماذکرنا۔